

فہرست

- 1 فہرست
- 4 تقریر شیخ الحدیث مفتی عبدالسمیع غزنوی دامت برکاتہم العالیہ
- 6 تقریر استاد محترم، عالم ربانی، مجاہد اسلام، شیخ الحدیث حضرت مولانا الطاف الرحمن بنوی صاحب
- 8 تقریر اسیر فی اللہ جبل استقامت شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی مجتبیٰ عامر صاحب حفظہ اللہ
- 12 تقریر شیخ الحدیث مفتی شفیع الرحمن رحمانی بن شیخ الحدیث پیر طریقت فاتح قادیانیت ابوصالح محمد لعل الرحمن حفظہ اللہ تعالیٰ
- 13 تقریر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسد اللہ مردانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
- 16 تقریر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابویاسر عبداللہ حنفی
- 17 تقریر عالم حق، عالم ربانی حضرت مولانا مفتی دلاور حنفی دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
- 19 تقریر جامع المعقول والمنقول مرد مجاہد مرد قلندر خادم ختم نبوت حضرت مولانا غازی گل رحمن حقانی حنفی دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
- 20 تقریر شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا فرحت اللہ غفرانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (آف انڈیا)
- 21 تقریر جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء و استاد الحدیث سراج المشائخ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی شیخ محمد خوشحال مبارزالحنفی الدیوبندی صاحب حفظہ اللہ مہتمم جامعہ فیض العلوم الاسلامیہ
- 23 تقریر جناب شیخ القرآن والحدیث شیخ عبدالغنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (امارت اسلامیہ افغانستان)
- 24 مقدمہ (پہلی ایڈیشن)
- 25 مقدمہ (دوسری ایڈیشن)
- 27 کیا ووٹ شہادت ہے؟

- 27 شہادت کی شرعی اور اصطلاحی تعریف:
- 29 شہادت کی شرائط:
- 32 شہادت (گواہی) اور ووٹ کا تقابلی جائزہ؟:
- 39 ایک بے بنیاد شبہ کا ازالہ:
- 40 تزکیہ کی تعریف و اقسام:
- 43 مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ (سابق ممبر جمعیت علماء اسلام) کا فتویٰ ووٹ کے ناجائز:
- 44 ووٹ کی شہادت ہونے پر مفتی منیب الرحمن صاحب کا تبصرہ:
- 47 کیا ووٹ شفاعت (یعنی سفارش) ہے؟:
- 49 شفاعت کا معنی:
- 56 کیا ووٹ وکالت ہے؟:
- 56 وکالت کی تعریف:
- 62 کیا ووٹ مشورہ ہے؟:
- 62 ووٹ اور مشورہ کے درمیان فرق:
- مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم
 69 لکھتے ہیں:
- مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ رقمطراز ہیں: 69
- حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری مہاجر مدنیؒ اسی طرح مفسر قرآن رقمطراز ہیں: 72
- "الیکشن کی قباحت: 72
- میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا از امام اہل السنہ شیخ سرفراز خان صفدر صاحبؒ: 73

- کبھی بھی پورے ملک میں الیکشن نہیں ہوا از مفسر قرآن حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری مہاجر مدنی: 74
- "موجودہ جمہوریت اور اس کا تعارف: 75
- ووٹ پر رد از شیخ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب حفظہ اللہ (شیخ الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی): 78
- اسی طرح ووٹ کے ناجائز ہونے کے بارے میں شیخ الحدیث فاضل محقق نوجوان حضرت مولانا ڈاکٹر شمس الہدیٰ صاحب رقمطراز ہیں: 79
- کیا ووٹ امانت ہے؟: 86
- امام الحرمینؒ کا اجماع کہ عورت، عوام، غلام اور ذمی کو حق انتخاب حاصل نہیں: 88
- منتخب (باصطلاح جدید ووٹر) کے شرائط از امام ماوردیؒ: 89
- ووٹر کے لئے آئین پاکستان کی رو سے شرائط: 91
- ازالہ شبہات: 93
- شبہ اول: 93
- دوسرا شبہ: 95
- تیسرا شبہ: 96
- ووٹ یا مغربی جمہوریت سے کبھی بھی اللہ کا دین دنیا میں غالب نہیں ہو سکتا از مفتی شامزی شہید صاحبؒ: 97
- چوتھا شبہ: 98
- پانچواں شبہ: 100

تقریر

شیخ الحدیث مفتی عبدالسمیع غزنوی دامت برکاتہم العالیہ
صدر مدرس المرکزۃ الجہادیۃ کابل تحت ادارۃ الامارۃ الاسلامیۃ افغانستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين
وقائد المجاهدين وعلى آله واصحابه هداة طريق الحق ومقاتلي المشركين
والدهريين على من واذاهم وتبعهم باحسان الى يوم الدين من القامعين
للمبتدعة واهل الشرك واصحاب الجور والدمقراطيين۔

چند روز قبل جناب قاری سعید الرحمن دامت حیاتہم العالی نے اپنے برادر خاص اوائتہائی
محترم بھائی مفتی ندیم خان درویش صاحب مدظلہ العالی کی تالیف ”ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
“ تقریر کے لئے پیش کیا۔ بندہ نے اس کے تمام ترمضامین غور سے دیکھیں جناب مفتی صاحب نے
بہت قوی اور واضح شرعی دلائل سے ووٹ لینے دینے کے بطلان کو ظاہر کیا ہے جس کا خلاصہ اور
مطلب یہ ہے کہ کفر کا مقدمہ کفر اور باطل کا مقدمہ خود باطل ہی ہوتا ہے۔ پس ووٹ بھی اس جمہوری
لادینی نظام کا مقدمہ ہے اور جمہوریت کا نظام مغربی کفری لادینی نظام ہے۔ لہذا اس کا مقدمہ بھی
باطل اور غیر شرعی عمل ہو گا۔ پھر جن حضرات نے ووٹ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسے سابقہ مفتی
اعظم پاکستان جناب مفتی محمد شفیع صاحب انہیں مولف صاحب نے مؤدبانہ اور احترامانہ انداز میں خوب
قتاعت بخش جواب دیا ہے۔ رسالہ کو غور کے ساتھ مطالعہ کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہر صاحب شک

اور تردد کی تشفی ہو جائیگی کہ مروجہ لادینی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال کوئی بھی شہادت، وکالت اور امانت نہیں ہے۔ اور نہ ووٹ کا استعمال شرعاً لازم و واجب ہے اور نہ موجب ثواب ہے۔ بلکہ ووٹ کا استعمال اس جمہوری باطل نظام کی وجہ سے موجب گناہ اور حرام ہے۔ کیونکہ قرآن عظیم الشان کا حکم ہے۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلٰی لَآئِمٍ وَّالْعَدُوّٰنَ۔

کتبہ: ابو علی عبد السمیع الغزنوی (عفی عنہ)

غادم الحدیث فی مدرسۃ المרכזیۃ الجہادیۃ

کابل تحت ادارۃ الامارۃ الاسلامیۃ افغانستان

تقریر

استاد محترم، عالم ربانی، مجاہد اسلام، شیخ الحدیث حضرت مولانا الطاف الرحمن بنوی صاحب
دامت برکاتہم العالیہ سابقہ شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش پشاور صدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب کا کوئی تصور نہیں ہے یہاں اہل حل والعقد کی
رائے کا اعتبار ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں انتخابات میں بر ملا سو سو اور دو سو دیتے ہیں، ووٹ بکتا ہے اور
بارہا کسی مداری قسم کے آدمی کو اتنے ووٹ مل جاتے ہیں کہ اُس کے مد مقابل بہت سے سنجیدہ قسم
کے اُمیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے ممبران اسمبلی میں جا کر بلا سوچے سمجھے
اپنے لیڈر کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور ووٹ کی حیثیت اور معنویت کا کوئی ادراک نہیں رکھتے
پورے ملک کی سربراہی ہو یا حلقے کی نمائندگی کس قدر نازک اور ذمہ داری کی بات ہے لیکن عام طور پر
اس طریقہ انتخاب سے منتخب ہونے والے اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر ملک و ملت کا بیڑا غرق
کر دیتے ہیں اور لاکھوں اور کروڑوں باشندگان ملک ستیاناس کر دیتے ہیں۔

جن لوگوں نے ووٹ کے استعمال کو شہادت و کالت قرار دیا ہے غالباً ان کا مطلب یہ نہیں
کہ یہ بعینہ شہادت و کالت ہیں بلکہ وہ دراصل ووٹ کے استعمال میں انتہائی ذمہ داری کا احساس
دلانے کیلئے ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں ووٹ کے استعمال میں عام
طور پر محلاتی یا علاقائی یا بالکل ذاتی قسم کے تضادات پیش نظر ہوتے ہیں۔

ملک و ملت کے وسیع تناظر میں اس کو بالکل نہیں دیکھا جاتا ہے چنانچہ،

ملک امیر موش وزیر گربہ رادیواں کنند

ایں چین ارکان دولت ملک راویران کنند

والی صورت پیدا ہو جاتی ہے مقالہ نگار مفتی محمد ندیم (خان درویش) صاحب نے اسی صورت حال کو عالمانہ انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اللہ کرے مسلمان اپنے دین اور اقدار و روایات کی طرف لوٹ جائیں اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا میں سرفرازی عطا فرمائیں گے۔

کتبہ: الطاف الرحمن بنوی (عفی عنہ)

حالاً مقیم جامع مسجد سلیم جہات یونیورسٹی روڈ پشاور

تقریر

امیر فی اللہ جبل استقامت شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی مجتبیٰ مام صاحب حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي هو احكم الحاكمين والصلوة والسلام على نذير العالمين
الذي ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون وعلى اله
 واصحابه الهادين المهتدين الذين هم مختارون وناصرون - اما بعد:
"قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ
قَاضٍ"

آج خدا کی حکومت اور انسانی بادشاہتوں میں ایک سخت جنگ چاہے شیطان کا تخت زمین
کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے۔ اسکے گرانے کی وراثت اسکے پوجنے والوں میں تقسیم
کردی گئی ہے۔ یہ شیطانی بادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست و نابود کر دیں۔
"يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ"

انکی داہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ساحراندہ جنت ہے۔ قال نعم وانكم اذا لمن
المقربين، اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنم بھڑک رہی
ہے۔

"قَالَ لَيْنِ اتَّخَذَتْ إِلَهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَكَ مِنَ الْمُسْجُونِينَ"

"قَالُوا لَيْنَ كَمْ تَتَنَبَّأُ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ"

"قَتَلَ أَصْحَابَ الْأُخْدُودِ (۴) النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ (۵) إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ (۶) وَهُمْ عَلَىٰ
مَا يَفْعَلُونَ بِأَلْمُومِينَ شُهُودٌ" (۷)

جو فرزند آدم خدا کی بادشاہت سے انکار کرتا ہے اور ان لوگوں کا آلوپا لتا ہے تو یہ دجال کفر
و ظلمت اس پر اپنی جادو کی جنت کا دروازہ کھول دیتے ہیں کہ حق پرستوں کی نظر میں فی الحقیقتہ خدا کی

لعنت اور جہنم ہے اور جو فرزند خلیل خدا کی بادشاہت کا اقرار کرتا ہے انکو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاؤں کی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں کہ:

"قَالُوا احْزِقُوهُ وَاَنْصُرُوا آلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فَاَعِلِدِينَ" (۶۸)

مگر فی الحقیقت سچائی کے عاشقوں اور راست بازی کے پرستاروں کے لئے وہ جہنم جہنم نہیں لذتوں اور راحتوں کی ایک جنت النعیم ہے کیونکہ انکے زبان ایمان و ایقان کی صدایہ ہے کہ:

"قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ"

اے دنیوی سزاؤں کی طاقت پر مغرور ہونے والے بادشاہ تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر۔
 "ہم آپکی جنت اور دوزخ کو صاف دلائل اور خداوند لایزال پر ترجیح دینے والے نہیں ہیں۔

جبکہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور زمین کے ایک خاص ٹکڑے ہی میں نہیں بلکہ اس کے ہر گوشے میں آج یہی مقابلہ جاری ہے تو بتلاؤ پرستاران دین حقیقی ان دجالہ کفر و شیطنت اور اس حکومت و امر الہی میں سے کس کا ساتھ دیں گے؟ کیا انکو اس آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جو دجال کی حکومت اپنے ساتھ ساتھ سلگانی آتی ہے، اور دنیوی راحت اور مڑوں کیلئے نعوص قرآنی اور حدیث میں بے جا تاویلات کر کے دجالی حکومت کا سہارا بنیں گے، لیکن کیا انکو معلوم نہیں کہ انکا مورث علی کون تھا؟ دین حنیف کے اولین داعی نے بابل کی ایک ایسی ہی سرکش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح دی اور اسے آگ میں ڈالنے کے لیے شعلے بھڑکائے گئے پر اسکی نظر میں ہلاکت کے وہ شعلے گلزار بہشت کے شگفتہ پھول تھے۔

"قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ"

کیا انکے دل میں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اس جھوٹی جنت کی طمع پیدا ہو گئی ہے جبکی فریب باطل سے یہ جنود شیطانی انسانی روح کو فتنہ میں ڈالنا چاہتی ہے؟

اے مسلمانوں! کیا متاعِ آخرت بیچ کر دنیا کے چند خوف ریزوں پر قناعت کی خواہش ہے؟ کیا اللہ کی حکومت سے باغی رہ کر دنیا کی حکومتوں سے صلح کرنے کا ارادہ ہے؟

آسمانی بادشاہت کے ملائکہ مکر میں اور قدوسیٰ مقررین اپنے نورانی پروں کو پھیلائے ہوئے اس راست باز روح کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ جو مخلوق کی بادشاہت چھوڑ کر خالق کی حکومت میں بسنا چاہتی ہے۔ کون ہے جو اس پاک مسکن کا طالب ہو اور پاکباز روحوں کی طرح پکار اٹھے کہ:

"رَبَّنَا إِنَّا أَسْعَفْنَا مَمْلَكَتَنَا يَا يٰ مُنَادِي ۖ لَّا يُبَالِي أَنْ آمَنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا"

آج عالم اسلام میں انسانی بادشاہتوں کی تحریکیں اپنی اسلام دشمن عزائم اور خدائی حکومت کی نابودی پر وگرام میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوتی رہی ہیں جسکی سبب دینی شعور کی کمی حرارت ایمانی کا ضعف غیرتِ اسلامی کا فقدان اور روحِ جہاد کی کمیابی عام ہو گئی اور نفع طلبی اور مادہ پرستی کے سیلاب نے عالم اسلام کے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا، ہر طرف انسانی بادشاہتوں کے داعی ابولہب کے نمائندے نظر آتے ہیں لیکن خدائی حکومت کے مجاہد اور روحِ محمد سے سرشار لوگ کبریتِ احمر اور عنقا سے بھی زیادہ کم یاب بلکہ نایاب ہیں۔

در عجم گردیدم وہم در عرب

مصطفیٰ نایاب و از زان ابولہب

اکثر دیندار و علم دوست طبقہ جس سے حکومتِ الہی کی قیام اور دعوت کی امیدیں وابستہ

تھی وہ بھی نصوصِ قرآنی کی قطع و برید اور من پسند تاویلوں کی ذریعے سے حکومتِ الہی کی بنیادیں ڈھا رہے ہیں۔ انسانی حکومتِ جمہوریت کھینچنے طرح طرح کی تاویلیں تراشتے ہیں۔

'اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کی چراغ سے'

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم

بامن ہرچہ کرد آشا کرد

دینی بنیاد ڈھانے کا سب سے بڑا سبب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زلہ العالم بتایا ہے۔ عالم دین کی معمولی لغزش کی بناء پر پتہ نہیں کبھی صدیوں تک لوگ جلتے ہیں۔
والقول خطاء وقد أخطأ به اول واضع۔

جمہوریت انسانی بادشاہت کی ایک جدید ایلوسی شکل جو فرعونیت کا ایک بگڑا یا بن بنایا تصویر ہے اسکی ریڑھ کی ہڈی ووٹ اور الیکشن ہے اسکو اسلامی قرار دینے اور اس پر آیات کریمہ فٹ کرنے سے ساری انسانی بادشاہت او شرک کی آبادی کھڑی نظر آتی ہے۔
برادر مکرم سیٹ بے نیام مفتی ندیم خان درویش صاحب نے فریضہ حق گوئی ادا کرتے ہوئے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کی ہے اب بھی اگر کوئی ضد و عناد کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہی باجا بجاتا رہے تو پھر اللہ جگہبان۔

برادر مکرم کی محبت پر چند سطور لکھ ڈالے اگرچہ بندہ عاجز کا بضاعت علمی نہ ہونے کے برابر ہے اور ایسے لوگوں کے کلام پر کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔
گر قبول افتد زہے غر و شرف۔

دربار الہی میں دعا گو ہوں کہ رب العزت قبولیت کا جامہ پہنا کر عوام و خواص کیلئے مفید بنائے۔ (آمین
یارب العالمین)

نویندہ: مجتبیٰ عامر بن عبدالمستین عفا اللہ عنہما

جامعہ جواہر القرآن سلیم خان صوابی

30 صبح الاول 1445ھ

تقریر

شیخ الحدیث مفتی شفیع الرحمن رحمانی بن شیخ الحدیث پیر طریقت فاتح قادیانیت ابوصالح محمد لعل
الرحمن حفظہ اللہ تعالیٰ

(مہ مغل خیل رحمان باغ شریف تحصیل شہد در ضلع چارسدہ صوبہ غیر پختونخواہ پاکستان)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

جناب محترم مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ کا تحقیقی رسالہ "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کفار مغرب کے مسلط کردہ نظام حکومت جمہوریت کے غیر شرعی و غیر اسلامی ہونے پر بہترین کاوش ہے۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ووٹ نہ شہادت شرعیہ ہے نہ جائز سفارش نہ شرعی و کالت ہے نہ مشاورت اور نہ ہی امانت ہے۔ بلکہ کفار مغرب کی مسلط کردہ نظام حکومت (جمہوریت) لانے کے لئے ایک غیر منصفانہ اور غیر اسلامی طریقہ انتخاب ہے جو سراسر باطل ہے۔

جس طرح جمہوریت اسلامی طرز حکومت (خلافت و امارت) کی مخالف ہے۔ اسی طرح جمہوری حکومت لانے کا سبب اور ذریعہ (ووٹ) بھی اسلامی قوانین کے متصادم و مخالف ہے۔ اس رسالے میں بعض مغالطوں اور شبہات کی تسلی بخش جوابات بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالے کو مقبول عوام و خواص بنائے اور مسلمانوں کے شرح صدر کا سبب و ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الصادق الامین۔

کتبہ: الفقیر محمد شفیع الرحمن رحمانی

استاذ الحدیث و رئیس دارالافتاء جامعہ صدیقیہ رحمانیہ مہ مغل خیل رحمان

باغ شریف شہد در چارسدہ غیر پختونخواہ تاریخ: 18 جمادی الاول 1445ھ 2 دسمبر 2023

تقریر

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسد اللہ مردانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(سابقہ مدرس انوار القرآن والعلوم وحالاً استاذ الحدیث دارالعلوم رحمانیہ مردان)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی اول آفرینش سے دو باتیں اس کی فطرت میں رکھی ہیں جو ہر فطرت سلیمہ کے حامل انسان میں نمایاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ اجتماعی زندگی میں رہنا پسند کرتا ہے، دوسرا یہ کہ ہر مہذب اور سمجھدار معاشرہ میں معاشرتی نظم و ضبط کے لیے ضرور کوئی امیر اور حاکم منتخب کیا جاتا ہے۔ تاریخ انسانی میں وہ قومیں پسماندہ اور غیر مہذب کہلاتی ہیں جن کا اجتماعی نظام کسی حاکم و امیر کا پابند نہ تھا جیسا کہ عربوں کی حالت جو قبل الاسلام تھی۔ پھر ان تمام قوموں میں سردار کا انتخاب اس کی صفات کی بنیاد پر ہوتا تھا۔ چنانچہ جو شخص حسب و نسب اور عورت و جاہ میں برتر ہوتا تھا اور ساتھ ساتھ اس کی عقل مندی بھی مسلمہ ہوتی تھی اسے سردار بنایا جاتا تھا۔ اس لیے تو رسول اللہ ﷺ نے وفدِ عبد القیس کے سردار منذر بن عائد کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی۔

(إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاقَةُ).

ترجمہ: یعنی تمہاری ذات میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں: بردباری اور وقار۔ دین اسلام نے حاکمیت اور سیادت کی اہلیت کے لیے ان فطری صفات کے ساتھ ساتھ اس کو بھی ضروری قرار دیا کہ وہ ایسا شخص ہو جس کا علم و تقویٰ بھی مسلمہ ہو اور وہ آج کل کے امیدواروں کی طرح حاکمیت و منصب کا دلدادہ اور طلبگار نہ ہو بلکہ اس سے پہلو تہی کرنے والا ہو اور ایسے فرد کا انتخاب مسلمانوں کے سمجھدار افراد کی شوریٰ کرے گی جب تک انتخاب کا یہ طریقہ کار رہا، مسلمانوں کا اجتماعی معاشرہ نہایت پاکیزہ اور اونچی صفات کا حامل رہا اور غیر قوموں کیلئے اُن کی حکومتیں قابلِ رشک اور قابلِ تقلید رہیں۔

لیکن بد قسمتی سے جب سے مسلمانوں نے غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی ووٹ اور جمہوریت کا فرسودہ نظام اپنایا اور ستم بالائے ستم یہ کہ دیندار حلقوں میں بھی اسے شہادت و کالت کے الفاظ سے سند جواز مل گئی اور بعض دیندار جماعتوں نے تو اس سلسلے میں اس حد تک پُر تشدد موقف اپنایا کہ جو عالم نام نہاد جمہوری جماعت کا باقاعدہ رکن نہ ہو وہ زمرہ علماء میں شامل نہیں اگر وہ کسی دینی مدرسے کا طالب علم ہے تو اس کا پڑھنا ہی بیکار ہے۔ اس کے نتیجے میں ایسے تمام خطوں میں مسلم معاشرے سے اسلامی اقتدار اور دینی ثقافت رخصت ہو گئی۔ پارلیمنٹ میں خدا کی حاکمیت اعلیٰ صدارتی اختیارات کے پابند ہو گئی۔ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے فیصلے کے لیے اسمبلی کا قرارداد معیار ٹھہرایا گیا۔ جسے اسمبلی کی اکثریت جائز کہے وہ جائز کہلائے گا اگرچہ وہ سودا و زنا کی طرح اکبر الکبائر ہو، اور جسے وہ جرم قرار دے وہ ناجائز ٹھہرے گا اگرچہ وہ افضل الطاعات اور اہم العبادات ہو۔ جیسے نبی عن المنکر بالید۔ اور مرور زمانہ کے ساتھ یہ فرسودہ نظام ذہنوں میں ایسا گھر کر گیا کہ مسلم معاشرے میں شوریٰ اور خلافت کی اصطلاحات بالکل انجان بن گئیں، بلکہ ان سے وحشت محسوس ہونے لگی۔ ایسے حالات میں علماء کی ذمہ داری تھی کہ روزِ اوّل سے ہی اس نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے اور اپنی مدلل تحریر و تقریر سے نا سمجھوں کو اس نظام کی خرابیاں اور مفاسد بتلاتے اور سمجھاتے۔ خلافت کی برکات و ثمرات سے آگاہ کرتے، تاکہ بروقت اس کی بیخ کنی ہوتی اور جہاں سے آیا تھا وہیں تک محدود رہتا لیکن اب بھی موقع ہے کہ علمائے وقت پر زور انداز میں اتفاقی طور پر اس معاشرتی کمینر کو ختم کرنے پر توجہ دیں۔ عالم کفر اور شیطان کے بندوں کے پاس اپنے شیطانی نظام کو سہارا دینے کے لیے یہی آخری ذریعہ باقی ہے۔ اگر اس کی جڑیں کاٹ دی گئیں تو یہ طاغوتی نظام کی تابوت کا آخری کیل ثابت ہو گا۔ جدال و مناظرہ اور قتال کے میدانوں میں وہ شکست خوردہ ہیں۔ الحمد للہ ہمارے محترم حضرت مفتی ندیم درویش صاحب نے اس موضوع پر اپنی بساط کے بقدر بہت خوب خلاصہ قلم بند کیا

ہے۔ بندے کا اس کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی عالی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دست بدعا ہوں کہ حضرت موصوف کی یہ سعی و کاوش نظام خلافت کی احیاء اور نشاۃ ثانیہ کیلئے ایک مقدمہ ثابت ہو، زیادہ سے زیادہ قارئین اس کو پڑھیں اور اس کے مدلل مضمون کو قبول کر کے آئندہ کے لیے جمہوری عمل سے مکمل بائیکاٹ کریں۔

(اللهم اجعلنا من الراشدين آمين يا رب العالمين)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسد اللہ مردانوی صاحب دامت

برکاتہم العالیہ (سابقہ مدرس انوار القرآن والعلوم وحالاً استاذ

الحدیث دارالعلوم رحمانیہ مردان)

تقریر

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابویاسر عبد اللہ حنفی

شیخ الحدیث جامعہ مدینۃ العلوم قندھار و مسوول تعلیم و تربیہ امارت اسلامی افغانستان قندھار

بسمہ تعالیٰ:

"ووت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" په نوم کتاب مو داوول څخه تر آخیره پوري ولوستي. ماشاء الله په زړه پوري، جالبه، جازبه، او زړه وړونکې دلائل يې پکښې راوړي دي. اصلاً په پاکستان کې دې موضوع ته لاس وروړل داوړونه سره لويې کول دي ځکه چې د جمعيت گوند چې بدبختانه د جمهوريت لوي مدافع گوند بلل کېږي ددوي له وجې پر دغه موضوع باندې ليکل کول د زمري زړه غواړي. زړه مو درد کوي چې دمحراب ومنبر څخه د جمهوريت دفاع کېږي. نور که نوي حد اقل د اسلامي نظام او خلافت لپاره خو ذهن سازي او تربيت وکړي. کني کشران مو به مو آخر په بل لور ولاړ سي. حيران دې ته يو دپاکستان د جمعيت گوند کسان زمور و وطن افغانستان کي اسلامي نظام غواړي او خپل وطن کې دوي په جمهوريت باندې راضي دي. که راضي ورباندې ندي نو په خپلو جلسو کې بايد دوي په رد جمهوريت باندې هم وقتاً فوقتاً خبره وکړي. اما افسوس ددوي مشران او کشران نن سبا د جمهوريت دفاع دځان دپاره لوي افتخار گنږي. الله تعالی دي مولانا مفتي نديم درویش صاحب ته جزای خیر ورکړي چې دپاکستان د علماء کرامو له طرفه فرض کفايه ادا کړه. زمور دافغانستان ډير ملگري دده دپښتو درسونو څخه استفاده کوي،

ماشاء الله مفتي صاحب محترم يو جرار او سنجيده عالم دي. الله تعالی دي ورته طويل عمر نصيب کړي. دالله تعالی په دربار کې دعاگوه يم چې پروردگار عالم دغه لاجواب کتاب ته قبوليت او مقبوليت دواړه ورنصيب کړي.

کتبه: ابویاسر مفتی عبد اللہ حنفی

خادم الحدیث: جامعہ مدینۃ العلوم قندھار

و مسوول تعلیم و تربیہ امارت اسلامی افغانستان قندھار.

تقریر

عالم حق، عالم ربانی حضرت مولانا مفتی دلاور حنفی دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
ضلع ٹانک، حالاً مدرس جامعہ شمس المدارس ڈی آئی خان

مبسلاً و مُحمِداً و مصلیاً و مسلماً،

برادر مکرم حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ (فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر و متخصص جامعہ ابوہریرہ ر ہ رضی اللہ عنہ نوشہرہ کی کتاب ”ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ!“ پڑھی۔ جو دل کیلئے موجب نور و باعث سرور اور روح کیلئے ذریعہ انبساط ہوئی۔ ماشاء اللہ موصوف نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے عربی کتب کی حوالاجات اور واضح دلائل سے کتاب کو مرصع بنایا ہے۔ جو درجہ معجز مجازی تک پہنچا ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ جادہ حق سے انحراف عام ہو چکا ہے۔ اسلامی نظام منہدم کیا گیا ہے۔ اور جمہوری نظام جو کہ عبارت ہے انگریزی نظام سے مستحکم بنانے کے کوشش میں ہر عام و خاص حتی المقدور کوشش کر رہا ہے اور باعث ثواب اور ذریعہ مغفرت سمجھ رہا ہے۔ تو اس وقت علماء حق کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان و قلم کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دین سماوی کی اشاعت کریں۔ تاکہ ضلالت و گمراہی کی گرداب میں پھنسی ہوئی نادان عوام و متجاہل علماء ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکے۔ کیونکہ زبان و قلم کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ حق کے اعلان و اظہار کا ذریعہ قرار پائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلہم۔ حتی یاتی امر اللہ و ہم کذاک" میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہتے ہوئے غالب رہے گی۔ ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔ (مسلم الامارہ باب قول النبی

صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفة من امتی حدیث نمبر 1920) ک یونکہ اس جماعت کو یہ یاد ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کر لیا ہے اس میں کسی قسم کی زیادتی کی گنجائش نہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم الخ۔ اور اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو ضابطہ حیات ہمیں دیا اور سکھایا ہے امیری و غربتی کا سلطنت و بادشاہت کا اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہورد۔ (بخاری و مسلم) اور: "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين" (ترمذی و ابوداؤد)

العرض: موصوف موف بھی اس جماعت کی شاہ سواروں میں سے ایک شاہ سوار ہے اور بندہ کے خیال میں فی زمانہ موصوف کی یہ کاوش اپنی مثال آپ ہے۔ موصوف نے جو لکھا ہے سچ اور حق لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ موف کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس سے لوگوں کو نفع پہنچاے آمین بجاہ النبی الکریم۔

العبد الضعیف: دلاور حنفی دیوبندی بیٹنی ضلع مانک

حالا مدرس جامعہ شمس المدارس ڈی آئی خان

20 جمادی الاول 1445ھ

30 دسمبر 2023 بروز اتوار

تقریر

جامع المعقول والمعتقول مرد مجاہد مرد قلندر خادم ختم نبوت حضرت مولانا غازی گل رحمن حقانی حنفی

دیوبندی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

نحمدہ و نصلي على رسولہ الکریم اما بعد !

برادر مکرم حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش صاحب حفظہ اللہ (فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر و متخصص جامعہ ابو ہریرہؓ نوشہرہ) کی کتاب "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" پڑھی مجھے بے حد مسرت ہوئی، الحمد للہ موصوف نے بڑی جانفشانی سے عربی کتب کی حوالاجات اور واضح دلائل سے عربی کتب کو مرجع بنایا ہے۔

اس عظیم کارنامے کیلئے حق تعالیٰ نے برادر مکرم حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش صاحب حفظہ اللہ کا انتخاب فرمایا، چنانچہ حضرت نے (ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ) کے نام سے کتاب لکھا، جو حق و باطل کا تقابل و تعارض لیل والنہار کی طرح ہمیشہ ہوتا رہا ہے، کیونکہ زبان و قلم کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ حق کی اعلان و اظہار کا ذریعہ قرار پائے معاشرت میں صحیح دین کو رواج دینا اور برائیوں سے روکنا ہر صاحب ایمان اور صاحب علم کا فرض ہے، ان تمام خصوصیات کی بناء پر نظر ڈالنے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ کتاب علماء و طلباء اور عوام الناس کیلئے نادر تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت برادر مکرم مفتی ندیم خان درویش کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے
آمین ثم آمین (وما ذلک علی اللہ بعزیز)

کتبہ: العبد الفقیر گل رحمن حقانی صاحب حال مدرس جامعہ ضیاء المدارس الفاروقیہ

ڈی آئی فائنانس 29 جمادی الاولیٰ 1445

تقریر

شیخ التقریر والحدیث حضرت مولانا فرحت اللہ غفرانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (آف انڈیا)

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين اما بعد:

زیر نظر تالیف "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" مؤلف عزیزم مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ تعالیٰ فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور صدر کامیں نے مطالعہ کیا ماشاء اللہ فاضل جلیل نے بہت ہی عمدہ پیرائے میں مدلل بالقرآن والحدیث ابلیسی نظام کا ابطال کیا ہے اور ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کر کے ووٹ کی شرعی حیثیت کو بہت ہی اچھے انداز میں واضح کیا ہے۔ نظام جمہوریت ایک شیطانی نظام ہے جس کو ووٹ والیکشن کے ذریعہ وجود میں لایا جاتا ہے، برادر عزیز حفظہ اللہ نے جس کی حقیقت کو خوب بیان کیا ہے۔ آخری چند صفحات میں جن شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے وہ بھی انتہائی ضروری تھا، بہت سے افراد غفلت سے بیدار ہو جائیں گے اور دجال کے لشکر میں کھلبلی پڑے گی اور یہ شیطانی نظام لکھ جائے گا، ان کی حق گوئی دجال کے لشکر کے حوصلے پرست کرنے اس کو حزیمت سے دوچار کرنے، سازشوں کو ناکام کرنے، اور حق کو سر بلند کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ان شاء اللہ۔

برادر عزیز کی حق گوئی نے اس کم علم کو بھی چند سطور لکھنے پر آمادہ کیا ورنہ ایسے اہل علم کے سامنے میرے قلم کو جنس گوارہ نہیں۔ میری دعاء ہے کہ اللہ رب العزت اس قیمتی تالیف کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ہر خاص و عام کے لئے مفید بنائے۔ آمین یا رب المجاہدین

بندہ عاجز فرحت اللہ خان غفرانی وقاسمی یوسف زئی

نادم جامعہ عربیہ نادم الاسلامیہ پورہ پوٹی الہند، 21 جمادی الاولیٰ 1445ھ

تقریظ

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء و استاد الحديث سراج المشايخ شيخ الحديث والتفسير حضرت مولانا مفتي شيخ محمد خوشحال مبارزالحنفي الديوبندي صاحب حفظه الله مهتم جامع فيض العلوم الاسلاميه بگرام ولسوالی ولایت کابل افغانستان

الحمد لله الذي زَيَّنَ الْعِبَادَ بِمَا أَرَادَ وَبَيَّنَ طَرِيقَ الْمَرَادِ لِلزَّهَادِ وَالْعُبَادِ،
والصلاة والسلام الأتمان الأعمان على محمد قَامِعِ أَرْبَابِ الْعِنَادِ وَقَاطِعِ اصْحَابِ
الفساد . وعلى اله واصحابه والتابعين له فِي مَسْلُكِ زَادِ الْبَعَادِ .
اما بعد :

د الله عزوجل ډیر لوی فضل او کرم دې چې جناب مفتی ندیم خان درویش
حفظه الله یو داسې خوندور او مهم موضوع باندې خپل قلم وچلولو، چې هغه موضوع
د ووت ده.

زه عاجز دا موصوف کتاب مې مطالعه وکړو خو ډیره مهمه مسئله باندې ئې بحث
کړی دی او داسی کتاب دی چې د معتمدو کتابونو حوالې او محققانه انداز کې
لیکلې دي او په داسی مهمه اساس وخت کې چې نن څوک د حق نعره نه شي پورته
کولی دا خو پریږده چې حق ووايي بعضی علماء سوء د غرب نه متأثره علماء او د بلعم
بن باعورا ځامن د حق پر خلاف د قرآن کریم د جهاد د آیتونو تحریف او غلطې
معناگانې کوي ځکه دوي د جمهوري نظام د بادارانو نه متأثره دي او خصوصاً د
جمعیت علماء اسلام چی د اسلام په نامه 75 کاله د قرآن کریم او اسلامی نظام پر ضد د
جمهوریت یعنی انگریزي نظام ته خدمت وکړو او الله عز وجل د داسی علماء سوء په
باره کی په قرآن کریم کې فرمایي:

"فبئله کمثل الکلب إن تحمل علیه یلهث أو تترکه یلهث"

او بل خای کجی فرمائی:

"كَمْثَلِ الْجِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا"

خو لله الحمد مفتی صاحب ندیم خان درویش حفظہ اللہ پہ دے مهم وخت کجی د حق اظهار وکړو او د جمهوریت او کفری نظام پر ضد باندې ئې دا موصوف کتاب ولیکل او مفتی صاحب د هغه حدیث مصداق ځان وگرځوو. نبی علیه السلام فرمایي:

"لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى

يأتي أمر الله وهم كذلك" (رواه مسلم)

او په اخیر کجی د الله عز وجل نه دا سوال کوم چې د مفتی صاحب دا سعی او کوشش قبول او منظور کړي او الله دی هر قسم ظالمانو نه دې وساتي. آمین ثم آمین

کاتب هذا الحروف آنخو کم فی الله

محمد خوشحال مبارز مدرسہ جامعہ

فیض العلوم الاسلامیہ کابل افغانستان

تقریر

جناب شیخ القرآن والحديث شیخ عبدالغنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (امارت اسلامیہ افغانستان)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين، اما بعد:

کتاب "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" مولفہ حضرت مولانا مفتی ندیم خان درویش کی کتاب دیکھ کر انتہائی دلی سرور، اور خوشی حاصل ہوئی کہ پہلی مرتبہ ووٹ پر مدلل انداز میں رد لکھ کر اس بات کو خوب واضح کیا ہے کہ ووٹ دینا شہادت ہے نہ ہی وکالت ہے اور امانت ہے۔ اور اس کا دینا کسی بھی مسلمان پر شرعاً لازم و واجب نہیں ہے۔ اور نہ ووٹ کا استعمال قابل ثواب ہے اور نہ ووٹ عظیم عبادت ہے جیسا کہ بعض عوام تو درکنار اہل علم حضرات بھی ووٹ کو عبادت سمجھ کر لوگوں کو ترغیب دلاتے ہیں۔ جو اس کتاب کے دیکھنے سے باطل اور لغو ہو جاتا ہے، خصوصاً مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے فتویٰ جو آجکل یہ جمہوریت پر ہند علماء اور عوام خوب زور و شور کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور انتخابات کے دنوں گلی محلوں اور مسجدوں میں پوسٹر نکال کر لگاتے ہیں، مفتی ندیم خان درویش صاحب نے اس کی انتہائی قابل احترام اور مدلل انداز میں رد فرما کر ووٹ کی شرعی حیثیت کی وضاحت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس سعی اور کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

کتبہ: شیخ القرآن والحديث شیخ عبدالغنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(امارت اسلامیہ افغانستان)

مقدمہ (پہلی ایڈیشن)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا و رسولنا محمد وعلى آله و اصحابه و اهل بيته اجمعين۔

دین اسلام میں مسلمانوں پر یہ بات لازمی قرار دی گئی ہے کہ اپنے اوپر ایک صالح حاکم کا انتخاب کریں، لیکن اس کے اپنے اصول و ضوابط مقرر کئے گئے ہیں، امیر اور حاکم کا انتخاب کون کرے گا؟ اور کونسا طریقہ استعمال کیا جائے گا؟ ان جیسی دوسرے تفصیل کتب اسلام میں موجود ہیں، ہمارے اس رسالے کا مقصد ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں جمہوری طرز انتخاب میں ووٹ کی حیثیت کیا ہے؟ چونکہ دینی حلقوں میں یہ بات زور شور سے جاری ہے کہ ووٹ ایک مقدس امانت ہے، کبھی کہا جاتا ہے کہ ووٹ شہادت، وکالت، شفاعت، مشورہ اور امانت ہے، تو اس رسالہ میں قارئین کو یہ بات واضح کی جائے گی کہ ووٹ نہ تو شرعی شہادت ہے اور نہ وکالت و شفاعت و امانت۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ راست دکھا کر اس پر استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

مقدمہ (دوسری ایڈیشن)

بسم الله الرحمن الرحيم

لہ الحمد والثناء الحسن کما ینبغی لجلال وجہہ وعظیم سلطانہ والصلاة والسلام علی محمد عبده ورسوله وعلی آلہ واصحابہ وأهل بیتہ أما بعد:

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ذات برتر نے مجھ جیسے ضعیف اور کم علم سے اس دور میں اپنے نظام کی دفاع اور نفاذ کی خاطر لکھنے کا توفیق عطا فرمایا الحمد للہ!۔ رسالہ "ووٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کی پہلی ایڈیشن منظر عام پر آتے ہی تقریباً ایک مہینے کے اندر اندر ہاتھوں ہاتھ بک گئی اور اہل حق علماء اور طلباء نے خوب داد دی، فجزاھم اللہ خیر، چونکہ میں نے انتہائی عجلت سے کام لیا تھا، اس وجہ سے رسالہ انتہائی مختصر اور بلا تقاریر چھپ کر منظر عام پر لے آیا، اب دوسری ایڈیشن میں مفید اضافہ جات بھی کی گئی اور اہل حق علماء کرام کے تائیدات و تقاریر بھی شامل کئے گئے، جس میں الحمد للہ! امارت اسلامیہ افغانستان کے جید شیوخ اور پاکستان کے اہل حق علماء بطور خاص شامل ہیں، بشمول ایک تقریر انڈیا کے ایک عالم حق کے بھی۔ چونکہ رسالہ ختم ہونے سے اب تک لوگ مسلسل مطالبہ کر رہے ہیں اسی کے پیش نظر اب دوبارہ انہی تقاریر و اضافہ جات کے ساتھ شائع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے قبولیت اور نفع بخش بنانے کا التجاء کر رہا ہوں، نیز جن علماء کرام اور ساتھیوں نے میرا تعاون کیا چاہے جس طرح بھی ہو اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں اجر جزیل عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

ندیم خان درویش

لیڈ: الاربعاء، 13 جمادی الثانی 1445ھ، موافق 26 دسمبر 2023ء۔

کیا ووٹ شہادت ہے؟

کیا ووٹ شہادت ہے؟:

اس بات کو سمجھنا انتہائی آسان ہے کہ ووٹ شہادۃً یعنی گواہی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ شہادت کے متعلق مسائل کو ہمارے فقہاء کرام نے کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کو معلوم کرنا آسان ہے، آئیے انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے شہادت کے شرعی اور اصطلاحی معانی لکھے جاتی ہیں۔

شہادت کی شرعی اور اصطلاحی تعریف:

فقہ حنفی کی مشہور متن جو کہ سالہا سال سے ہمارے حنفی اداروں میں پڑھے پڑھایا جاتا ہے، کنز الدقائق میں ہے:

هي إخبارٌ عن مشاهدَةٍ و عيانٍ لا عن تخمينٍ و حسابٍ¹

"شہادت (گواہی) خبر دینا ہے آنکھوں سے دیکھ کر نہ کہ اٹکل اور گمان سے"

اسی طرح علامہ خضکی درمختار میں رقمطراز ہیں:

(هي) لُغَةً: حَبْوٌ قَاطِعٌ.

وَشَرْعًا: (إخبارٌ صِدْقٍ لَا ثُبَاتٍ حَقٍّ) فتح²

"گواہی لغت میں یقینی خبر کو کہتے ہیں اور شریعت میں حق ثابت کرنے کے لئے سچی خبر کو"

اس طرح الجوهرة النيرة شرح قدوری میں ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی العبادي الزبيدي

اليميني الحنفی (المتوفى: 800ھ) فرماتے ہیں:

¹ زين الدين بن ابراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970ھ)، البحر الرائق شرح كنز الدقائق (دار الكتاب الإسلامي الطبع: الثانية بدون تاريخ) ج: 07، ص: 55

² ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفی (المتوفى: 1252ھ)، رد المحتار على الدر المختار (بيروت: دار الفكر لبنان بيروت) ج: 05، ص: 461

وَفِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ إِخْبَارٍ بِصَدَقٍ مَشْرُوطٍ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَلَفْظُ الشَّهَادَةِ¹
 "شریعت میں گواہی ایسی سچی خبر سے عبارت ہے جو کہ لفظ آئندہ سے مجلس قاضی میں ہونا ضروری
 ہے"

وَفِي اصْطِلَاحِ أَهْلِ الْفِقْهِ: عِبَارَةٌ عَنْ إِخْبَارٍ صَادِقٍ فِي مَجْلِسِ الْحُكْمِ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ²
 "اور فقہاء کی اصطلاح میں گواہی عبارت ہے لفظ شہادت کے ساتھ مجلس قاضی میں سچی خبر دینے سے"
 اسی طرح علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی البلدی، مجد الدین أبو الفضل الحنفی
 (المتوفی: 683ھ) فرماتے ہیں:

وَفِي الشَّرْعِ: الْإِخْبَارُ عَنْ أَمْرٍ حَضَرَهُ الشُّهُودُ وَشَاهَدُوهُ، إِذَا مَا مُعَايَنَةً كَالْفِعَالِ نَحْوِ
 الْقَتْلِ وَالزِّنَا، أَوْ سَمَاعًا كَالْعُقُودِ وَالْإِقْرَارَاتِ³
 "اور شریعت میں گواہی خبر دینا ہے ایسے کام کی جس میں گواہ حاضر ہوں اور انہوں نے اس کو دیکھا ہوں
 (اگر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہو) جیسے افعال مثلاً قتل یا زنا یا اس کو سنا ہو (اگر سننے سے اس کا تعلق ہو)
 جیسے عقود و اقرارات"

قَوْلٌ صَادِقٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِشَّاهِدَةٍ بَصَرٍ أَوْ بَصِيرَةٍ⁴

1 أبو بكر بن علي بن محمد الحداي العبادي الزبيدي اليمني الحنفی (المتوفی: 800ھ) الجوهرة النيرة (ناشر: المطبعة
 الخيرية) ج: 02، ص: 224

2 محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي الباهرتي (المتوفی:
 786ھ) العناية شرح الهداية، كتاب الشهادة (الناشر: دار الفكر، بدون تاریخ) ج: 07، ص: 364

3 علامہ عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی البلدی، مجد الدین أبو الفضل الحنفی (المتوفی: 683ھ) الاختيار لتعليل
 المختار (الناشر: مطبعة الحلبي، القاهرة) (و صور تقادار الكتب العلمية، بيروت) ج: 02، ص: 139

4 أبو عبد الرحمن عبد الله بن عبد الرحمن بن صالح بن حمد بن محمد بن إبراهيم البسام التميمي (المتوفی: 1423ھ) توضيح
 الأحكام من بلوغ المرام (مكتبة الأسد، مكة المكرمة، الطبعة: الخامسة، 1423ھ - 2003) ج: 02، ص: 270

"یعنی مشاہدہ یا بصیرت کی بنیاد پر کسی چیز کے برحق ہونے کی گواہی دینا"

تمام تعریفات میں قدر مشترک تین باتیں ہیں:

- (1): کہ گواہی اخبار یعنی خبر دینے کا نام ہے۔
- (2): گواہی دینے کے لئے قاضی کی مجلس ضروری ہے۔
- (3): گواہی لفظِ اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) ضروری ہے۔

اب ووٹ میں یہ تینوں باتیں مفقود ہیں، ووٹ اخبار نہیں بلکہ انشاء ہے۔ ووٹ میں قاضی ہوتا ہی نہیں، اور ووٹ میں اشہد کے ساتھ گواہی بھی نہیں، یہ تو تعریفات سے معلوم ہوا کہ ووٹ شرعی شہادت یعنی گواہی نہیں ہے، اب ہم شہادت کی شرائط ذکر کریں گے تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے۔

شہادت کی شرائط:

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

"شَرْطُهَا أَحَدٌ وَعِشْرُونَ شَرْطًا"¹

"اور شہادت (گواہی) کے اکیس (21) شرائط ہیں"

اگرچہ در مختار اور صاحب البحر وغیرہ نے عنوان میں اکیس (21) شرائط کا ہونا لکھا ہے، لیکن دراصل جب شمار کیا جائے تو چوبیس (24) شرائط بنتی ہیں جیسا کہ علامہ شامیؒ نے البحر الرائق کے حاشیہ منہ الخالق میں تصریح فرمائی ہے، (جلد 7 صفحہ 96، کتاب الشہادات، مکتبہ امیر حمزہ کتب خانہ کالنسی روڈ کوئٹہ) اس لئے کہ:

مکان کے لحاظ سے: 1

¹ تنویر الابصار مع الدر المختار (بیروت: دار الفکر لبنان بیروت) ج: 05، ص: 462

تحمّل کے لحاظ سے: 3:

اداء شہادت کے لحاظ سے عام شرائط: 10:

اداء شہادت کے لحاظ سے خاص شرائط: 7:

گواہی دینے کے اعتبار سے: 3:

تو 1+3+7+10+24 ہوئیں۔

یہ شرائط مختلف قسم کی ہیں بعض گواہی کے مکان کے لحاظ سے ہیں اور بعض تحمّل شہادت کے لحاظ سے ہیں اور بعض گواہی کے اداء کے لحاظ سے ہیں ہم باحوالہ معتبر فقہی کتابوں سے شرائط لکھتے ہیں پھر ان پر تقابلی انداز میں مختصر تبصرہ کریں گے۔

مکان کے لحاظ سے ایک شرط ہے:

(1) اور وہ قاضی کی مجلس ہے، یعنی گواہی مجلس قضاء میں قاضی کی روبرو دی جائے۔

تحمّل شہادت کے لحاظ سے تین شرائط ہیں:

تحمّل سے مراد یہ ہے کہ گواہ جب واقعہ اور حادثہ کو جس وقت دیکھے (جب معاملہ دیکھنے والا ہو) تو اس وقت یہ شرائط ہیں:

(1) کامل عقل ہو (2) آنکھ صحیح ہو تاکہ درست دیکھ سکے۔ (3) مشہود بہ یعنی جس چیز کی گواہی دینی ہو اس کو دیکھا ہو (اگر اس کا تعلق دیکھنے سے ہو)۔

اداء شہادت کی سترہ (17) شرائط ہیں، جن میں دس (10) عام ہیں یعنی ہر قسم کے گواہی

کے لئے ہے،

(1) نطق یعنی بات کر سکتا ہو۔ (2) دیکھ سکتا ہو (آنکھیں درست ہوں) (3) آزاد ہو (4) مادل ہو عدالت کا مطلب یہ ہے گناہ کبیرہ نہ کرتا ہو، (5) ناجائز تہمت لگانے میں وہ سزا یافتہ نہ ہو (6) جو

شخص گواہی دیتا ہو وہ اس کی فائدہ کے لئے نہ ہو یعنی اپنے آپ کے حق میں نہ ہو (7) گواہی کی وجہ سے اپنے آپ کو نقصان سے بچانے والا نہ ہو، لہذا فروغ (اولاد) کی گواہی اصول (باپ داد) کے لئے نہ ہو اور اصول (باپ، داد) کی گواہی فروغ (اولاد) کے لئے نہ ہو اور شوہر کی گواہی بیوی کے لئے جائز نہیں اور بیوی کی گواہی شوہر کے لئے جائز نہیں (8) گواہ خصم نہ ہو لہذا وصى کی گواہی یتیم کے لئے ناجائز ہے اور وکیل کی موکل کے لئے جائز نہیں۔ (9) گواہ بالغ ہو (10) گواہی دیتے وقت مشہود بہ پر عالم ہو۔

اور بعض خاص شرائط ہیں:

- (1): گواہ مسلمان ہو گا اگر مشہود علیہ (جس کے خلاف گواہی دینا ہو) مسلمان ہو۔
- (2): حدود و قصاص میں گواہ کا مرد ہونا ضروری ہے یعنی عورت گواہی نہیں دے سکتی۔
- (3): گواہی سے پہلے دعویٰ کا ہونا اگر گواہی حقوق العباد سے متعلق ہو۔
- (4): گواہی کا دعویٰ سے موافق ہونا جن صورتوں میں موافق ہونا شرط ہوتا ہے۔
- (5): اگر گواہی شرابی کے خلاف ہو تو شراب کی بو کا ہونا باقی ہو۔
- (6): حدود اور قصاص میں گواہی اصالتاً ہو (گواہ خود گواہی دے اپنی جگہ کسی دوسرے سے گواہی نہ دلوائے)۔

(7): اگر شہادت علی الشہادت ہو تو اس میں اصل گواہوں کا حاضر ہونا متعذر ہو، یعنی اگر خود آسکتے ہوں تو خود ہی حاضر ہوں گے۔

گواہی دینے کے اعتبار سے شرائط:

گواہی کے اعتبار سے تین شرائط ہیں:

- (1): گواہی دینے والا لفظِ اشد سے گواہی دے۔

(2): جس گواہی میں مرد ہونا ضروری ہیں اس میں دو گواہ ہوں۔

(3): گواہوں کا اس امر پر متفق ہونا ضروری ہے جس پر گواہی دے رہے ہوں۔

(در مختار مع الرد، بحر الرائق، بدائع الصنائع، ہر ایک کے کتاب الشہادت میں)

اب ان مذکورہ شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم باحوالہ ووٹ اور شہادت کا تقابلی جائزہ پیش کریں گے جس سے ہر عام و خاص کو روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ووٹ اور شہادت (گواہی) کے درمیان زمین و آسمان جیسا فرق ہے۔

شہادت (گواہی) اور ووٹ کا تقابلی جائزہ؟:

نمبر شمار	شہادت (گواہی) کے اسلامی شرائط	ووٹ یعنی جمہوریت کے شرائط
1	گواہ کا مسلمان ہونا ضروری ¹	ضروری نہیں ہے۔
2	گواہ کا عاقل ہونا ضروری ہے یعنی مجنون گواہی کا اہل نہیں ²	ضروری نہیں ہے یعنی مجنون کا اگر شناختی کارڈ موجود ہو تو دے سکتا ہے۔
3	گواہ کا بینا ہونا ضروری ہے یعنی اندھا گواہی نہیں دے سکتا ³	ضروری نہیں ہے یعنی اندھا بھی ووٹ دے سکتا ہے۔

¹ وَأَمَّا مَا يَخْضُ بَعْضُهَا قَالَ سَلَامٌ إِنْ كَانَ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ مُسْلِمًا. (البحر الرائق جلد 7 صفحہ 95، مطبع: المكتبة الحقانية۔)

² قَالَ قَوْلُ ثَلَاثَةِ الْعَقْلِ. (البحر الرائق جلد 7 صفحہ 95، مطبع: المكتبة الحقانية۔)

³ قَالَ قَوْلُ ثَلَاثَةٍ... وَالْبَصَرُ فَلَا يَصِحُّ تَحْمِلُهَا مِنْ مَجْنُونٍ... وَأَعْمَى. (البحر الرائق جلد 7 صفحہ 95، مطبع: المكتبة الحقانية۔)

4	بچہ گواہی نہیں دے سکتا۔ ¹	دے سکتا ہے اگر شناختی کارڈ بنا ہو۔
5	گواہ کا آزاد ہونا ضروری ہے۔ ²	ضروری نہیں ہے۔
6	گواہ گونگا نہیں ہو سکتا۔ ³	ووٹ گونگا بھی دے سکتا ہے۔
7	گواہ کے لئے عادل ہونا ضروری ہے۔ ⁴	جبکہ ووٹ فاسق و فاجر بھی دے سکتا ہے۔
8	جھوٹی تہمت میں سزا یافتہ گواہ نہیں بن سکتا۔ ⁵	لیکن ووٹ کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں۔
9	باپ بیٹے کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ ⁶	لیکن ووٹ دے سکتا ہے۔
10	دادا اور نانا نواسے کے لئے گواہی نہیں دے سکتے۔ ⁶	جبکہ ووٹ دے سکتے ہیں۔
11	بیٹا باپ کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ ⁶	جبکہ بیٹا باپ کو ووٹ دے سکتا ہے۔
12	نواسہ دادا اور نانا کے لئے گواہی نہیں دے سکتی۔ ⁶	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔

¹ فَلَا يَصِحُّ تَحْمِلُهَا مَنْ تَجَنُّونَ وَصِبِّي لَا يَغْفُلُ. (البحر الرائق جلد 7 صفحہ 95، مطبع: المكتبة الحفانية).

² فَمَا يَزْجِعُ إِلَى الشَّاهِدِ الْبُلُوغُ وَالْحَرِيَّةُ. (ایضاً)

³ فَمَا يَزْجِعُ إِلَى الشَّاهِدِ الْبُلُوغُ..... وَالنُّطْقُ. (ایضاً)

⁴ فَمَا يَزْجِعُ إِلَى الشَّاهِدِ الْبُلُوغُ..... وَالْعَدَالَةُ. (ایضاً)

⁵ وَأَنْ لَا يَكُونَ مُخَدَّوً فِي قَذْفٍ. (ایضاً)

⁶ فَلَا تَقْبَلُ شَهَادَةُ الْفَرْعِ لِأَصْلِهِ وَالْأَصْلِ لِفَرْعِهِ. (ایضاً)

13	اولادِ ماں اور دادی و نانی کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ 6 (ماہقہ صفحہ 4)	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔
14	وصی کی گواہی یتیم کے لئے قبول نہیں۔ ¹	جبکہ ووٹ میں یہ شرط نہیں۔
15	وکیل کی گواہی موکل کے لئے قابل قبول نہیں۔ (نوٹ: جو لوگ ووٹ کو وکالت اور شہادت دونوں گردانتے ہیں تو اب کیا حل نکالیں گے؟ ووٹ اگر شہادت بھی ہے اور وکالت بھی تو وکیل کی گواہی تو موکل کے لئے قابل قبول نہیں ہے!) ²	جبکہ ووٹ میں یہ شرط نہیں۔
16	حدود و قصاص میں گواہ کا مرد ہونا ضروری ہے۔ ³	جبکہ ووٹ میں مرد اور عورت کی کوئی قید نہیں۔
17	شوہر بیوی کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ ⁴	جبکہ شوہر بیوی کو ووٹ دے سکتا ہے۔
18	اسی طرح بیوی شوہر کے لئے گواہی نہیں دے سکتی۔ ⁵	جبکہ بیوی شوہر کو ووٹ دے سکتی ہے۔

¹ فَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْوَصِيِّ لِلْيَتِيمِ۔ (البحر الرائق جلد 7 صفحہ 95، مطبع: المكتبة الحقانیة۔

² وَالْوَكِيلُ لِلْمَوْكَلِّهِ۔ (ایضاً)

³ وَالذُّكُورَةُ فِي الشَّهَادَةِ بِالْحَدِّ وَالْقَصَاصِ۔ (ایضاً)

⁴ وَأَحَدُ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ۔ (ایضاً)

⁵ وَأَحَدُ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ۔ (ایضاً)

19	گواہی سے قبل دعویٰ کا ہونا ضروری ہے۔ ¹	ووٹ میں تو تحقیقی دعویٰ بالکل ہوتا ہی نہیں۔
20	گواہی کا دعویٰ کا موافق ہونا ضروری ہے۔ ²	جبکہ ووٹ میں ضروری نہیں بلکہ اکثر مخالف ہوتی ہے، اگرچہ تحقیقی دعویٰ ہوتا ہی نہیں۔
21	گواہی میں گواہ لفظ استعمال کرے گا۔ ³	جبکہ ووٹ میں اس لفظ کی ضرورت ہی نہیں۔
22	گواہی میں دو عدد مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہوگی۔ ⁴	جبکہ ووٹ میں عدد شرعی کا اعتبار بالکل نہیں ہوتا۔
23	گواہی شرعی لحاظ سے ثابت ہو جائے تو قاضی اسے رد نہیں کر سکتا۔ ⁵	ووٹ جب دوسرے ممبر سے ایک بھی کم ہو تو سارے رد کئے جاتے ہیں اگرچہ ہزاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔
24	گواہی دینے کے لئے قاضی کی مجلس ضروری ہوتا ہے۔ ¹	جب کہ ووٹ میں قاضی بالکل ہوتا ہی نہیں۔

¹ وَتَقْدُمُ الدَّعْوَىٰ فِيمَا إِذَا كَانَ مِنْ حُقُوقِ الْعِبَادِ. (البحر الرائق جلد 7 صفحہ 95، مطبع: المكتبة الحفانية).

² وَمُؤَافَقَتُهَا لِلدَّعْوَىٰ فِيمَا يُشْتَرَطُ فِيهَا فَإِنْ خَالَفَتْهَا لَمْ تُقْبَلْ إِلَّا إِذَا وَافَقَ الْمُدْعَىٰ عِنْدَ امْكَانِهِ. (ایضاً)

³ مَا يَزِجُ إِلَى الشَّهَادَةِ لَفْظُ الشَّهَادَةِ. (ایضاً)

⁴ وَالْعَدُّ فِي الشَّهَادَةِ يَمَّا يَطْلُعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ. (ایضاً)

⁵ وَإِذَا شَهِدَ يَجِبُ عَلَيْهِ الْقَبُولُ. (بدائع الصنائع جلد 5 صفحہ 407، مطبع: مكتبة الحفانية)

25	گواہی اخبار ہے۔ ²	جبکہ ووٹ انشاء ہے۔
26	شہادت کی بعض صورتوں میں گواہ کا تزکیہ کیا جائے گا۔ ³	جبکہ ووٹ میں اعلانیہ فاسق فاجر بھی ووٹ ڈال سکتا ہے۔
27	بدعتی کی بدعت جب کفر کی حد تک پہنچ جائے (شیعہ) تو ان کا گواہی ناقابل قبول ہے، اسی طرح جب اپنے بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو یا قوم پرست ہو۔ ⁴	جب کہ ووٹ میں یہ شرط نہیں ہے۔
28	آقا اپنے غلام کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ ⁵	جب کہ ووٹ میں یہ شرط نہیں ہے۔
29	کاروبار میں شریک شخص اسی معاملہ میں اپنے شریک کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ ⁶	جبکہ ووٹ دینے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔

¹ (وَأَمَّا) الَّذِي يَزْجِعُ إِلَى الْمَكَانِ فَوَاحِدٌ وَهُوَ مَجْلِسُ الْقَضَاءِ۔ (بدائع الصنائع، جلد 5 صفحہ 421، مطبع: مکتبۃ الحقانیہ)

² ہی اخبار بحق للغیر علی آخر (شرح الوقایہ آخرین، کتاب الشہادات، جلد 2 صفحہ 142 مکتبۃ البشری)

³ وَمِنْهَا: أَنْ يَسْأَلَ الْقَاضِيَ عَنْ حَالِ الشُّهُودِ.... وَهُوَ مِنْ آدَابِ الْقَاضِي عِنْدَ أَنْ حَيِّفَةً رَجَعَهُ اللَّهُ... وَأَمَّا عِنْدَهَا فَهُوَ مِنْ وَاجِبَاتِ الْقَضَاءِ۔ (بدائع الصنائع، فصل فی بیان آداب القضاء)

⁴ وَأَمَّا شَهَادَةُ صَاحِبِ الْهَوَى إِذَا كَانَ غَدَلًا فِي هَوَاهُ وَدَبِيحَةً، نَظَرُ فِي ذَلِكَ، إِنْ كَانَ هَوَى يُكْفِرُهُ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ، لِأَنَّ شَهَادَةَ الْكَافِرِ عَلَى الْمُسْلِمِ غَيْرُ مَقْبُولَةٍ، وَإِنْ كَانَ لَا يُكْفِرُهُ فَإِنْ كَانَ صَاحِبَ الْعَصَبِيَّةِ وَصَاحِبَ الدَّعْوَةِ إِلَى هَوَاهُ، أَوْ كَانَ فِيهِ عِجَانَةٌ لَا تُقْبَلُ أَيْضًا؛ لِأَنَّ صَاحِبَ الْعَصَبِيَّةِ وَالدَّعْوَةِ لَا يُبَالِي مِنَ الْكُذِبِ وَالزُّوْجِ لَتَرْوِجَ هَوَاهُ، فَكَانَ قَاسِقًا فِيهِ، (بدائع الصنائع، کتاب الشہادات، جلد 5 صفحہ 404، مطبع: مکتبۃ الحقانیہ)

⁵ وسید لعل بدو مکتبہ (شرح الوقایہ، کتاب الشہادۃ، صفحہ 149، مکتبۃ البشری)

⁶ وشریکہ فیما یشتہر کانہ (شرح الوقایہ، کتاب الشہادۃ، صفحہ 149، مکتبۃ البشری)

30	اجیر یعنی مزدور اپنے مالک کے لیے گواہی نہیں دے سکتا۔ ¹	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔
31	بعض علماء کے مطابق اجیر سے شاگرد خاص مراد ہے لہذا اپنے استاد کے لئے گواہی نہیں دے سکتا۔ ²	لیکن ووٹ دے سکتا ہے۔
32	فاسق مخنث (بیچڑا) کی گواہی جائز نہیں۔ ³	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
33	نائج (پیسے لے کر رقم دوسروں کی میتوں پر نوحہ اور واویلا کرنے والی عورت) کی گواہی ناقابل قبول ہے۔ ⁴	لیکن ووٹ ڈالنے کے لئے یہ شرط نہیں۔
34	فہکارہ عورت (گانا گانے والی) کی گواہی ناجائز ہے۔ ⁵	جبکہ ووٹ ڈالنا درست ہے۔
35	ہمیشہ شراب پینے والے کی گواہی ناجائز ہے۔ ⁶	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
36	گواہی میں نیابت جائز ہے (شرائط کے ساتھ)۔ ¹	جب کہ ووٹ میں نہیں کر سکتا۔

¹ وکذا لا تقبل شهادة الأجير۔ (شرح الوقایہ، کتاب الشہادۃ، صفحہ 149، مکتبۃ البشرى)

² وقيل يرا ديه التلميذ الخاص يعذر ر استاذہ ضرر نفسه۔ (ایضاً)

³ لا تقبل شهادة مخنث (هدایہ، جلد ثالث، کتاب الشہادۃ، صفحہ 169، مکتبہ رحمانیہ)

⁴ ولا نأخذ ولا مغنیة لأنهما ترتکبان محرماً۔ (هدایہ، جلد ثالث، کتاب الشہادۃ، صفحہ 169، مکتبہ رحمانیہ)

⁵ ایضاً۔

⁶ ولا مدمن الشر۔ (ایضاً)۔

37	سود خور کی گواہی ناقابل قبول ہے، ²	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
38	جس نے غتنہ (سنت) استخفافاً بالدين ترک کیا ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں۔ ³	لیکن ووٹ ڈالنے میں یہ چیز مانع نہیں ہے۔
39	کبو تر باز یا بیئر باز شخص کی گواہی قبول نہیں۔ ⁴	جبکہ ان کا ووٹ قبول ہے۔
40	جو شخص آلات موسیقی سے لہو و لعب کرتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں۔ ⁵	جبکہ ووٹ ڈال سکتا ہے۔
41	جو شخص سلف و صالحین کو گالیاں بکتا ہو اس کی گواہی قبول نہیں۔ (جیسے شیعہ)۔ ⁶	لیکن ووٹ دے سکتا ہے۔
42	جو شخص راستے میں بول کرتا ہو یا کھانا کھاتا ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں۔ ⁷	جبکہ ووٹ دے سکتا ہے۔
43	شرطیج اور اس جیسے فضول کھیل جیسے لڈو، تاش وغیرہ میں ایسے مشغول ہو جانا کہ نماز	لیکن ووٹ دے سکتے ہیں۔

¹ وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُمْ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُقُوقِ الْمَجَرَّدَةِ عَنْهَا؛ فَتُقْبَلُ فِيهَا الشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ (بدائع الصنائع، جلد 5 صفحہ 424، مطبع: مکتبۃ الحفانیہ)

² ولا شهادة اكل الربو يري بذلك اذا كان مصرًا عليه معروفاً به (قاضی خان، کتاب الشہادۃ، جلد 3 صفحہ 117، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

³ تقبل شهادة الأقفال لانه لا يخل بالعدالة الا اذا تركه استخفافاً بالدين لانه لا يبقى بهذا الصنيع عدلاً (ہدایہ، کتاب الشہادۃ، جلد 3 صفحہ 171، مکتبۃ رحمانیہ)

⁴ ولا من يلعب بالطيور (ہدایہ، کتاب الشہادۃ، جلد 3 صفحہ 169، مکتبۃ رحمانیہ)

⁵ ولا من يلعب بالطنبور وهو المغمى ولا من يغنى للناس (ایضاً)

⁶ أو يظهر سب السلف (کنز الدقائق، کتاب الشہادۃ، صفحہ 323، مکتبۃ رحمانیہ)

⁷ أو يبول أو يأكل على الطريق (ایضاً)

	فوت ہو جائے ایسے شخص کی بھی گواہی قبول نہیں۔ ¹	
44	شہادت میں گواہ ظالم کا مددگار نہ ہو۔ ²	ووٹ میں ضروری نہیں ہے۔
45	گواہی میں خصم کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ ³	جبکہ ووٹ میں ضروری نہیں۔

قارئین کرام! اب آپ خود فیصلہ فرمائیں، کہ جب دو چیزوں میں پینتالیس (45) فروق موجود ہوں کیا وہ ایک جیسی ہو سکتی ہے؟؟ ہر گز نہیں۔ اب فیصلہ آپ پر کہ دلیل مانیں یا محض بغیر دلیل شخصیت پرستی پر عمل کریں!!!

ایک بے بنیاد شبہ کا ازالہ:

بعض لوگ جب اس ناکام سعی میں بے بس ہو جاتے ہیں کہ ووٹ کو شرعی شہادت ثابت کر دیں تو پھر آخری سانس لینے کے لئے ایک اور ناکام کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شہادت دو قسم کی ہے (1) شہادت فی الحکم (2) شہادت تزکیہ۔ جیسا کہ مولانا محمد اسحاق باجوڑی صاحب نے لکھا ہے، اور وہ لکھتے ہیں کہ تم جن شرائط کا ذکر کرتے ہو شہادت کے لئے تو وہ پہلی قسم (شہادت فی الحکم) کے لئے ضروری ہیں نہ کہ شہادت تزکیہ میں۔

¹ أو یقامر بالردو الشنطرنج و كذلك من تفوته الصلوة للاشتغال بهما. (هدایہ، کتاب الشہادۃ، جلد 3 صفحہ 69

1. مکتبہ رحمانیہ)

² (الا اذا كانوا اعوانا على الظلم) فلا تقبل شهادتهم لغلبة ظلمهم. (درختار، کتاب الشہادات، جلد 8 صفحہ

217. مکتبہ رحمانیہ)

³ وان شهدوا على غائب لم يحكم. (شرح الوقایہ، کتاب الشہادۃ، صفحہ 125. مکتبہ البشیرئ)

اس شبہ کے جواب میں لکھنے سے پہلے ناظرین کو شہادت تزکیہ کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اس کے بعد اس پر رد کیا جائے گا۔

تزکیہ کی تعریف و اقسام:

تزکیہ سے مراد ایک قسم کا صفائی ہوتا ہے، کہ گواہ واقعی عادل بھی ہے یا نہیں، یعنی بظاہر تو گواہ شریعت پر برابر ہو لیکن اگر قاضی چاہے کہ اس کو خوب معلوم کیا جائے تو اس کے مزید چھان بین کو تزکیہ کہلاتا ہے، تزکیہ کی دو صورتیں ہیں:

(1): تزکیہ سر یعنی خفیہ طریقے سے۔

(2): تزکیہ علانیہ یعنی کھلے عام طریقے سے۔

تزکیہ سر کا طریقہ کار:

قاضی ایک شخص کو خط میں اس گواہ کا نام، نسب، محلہ اور مسجد لکھے گا، اور وہ شخص جا کر اس گواہ کے بارے میں اس کے دوستوں اور پڑوسیوں سے پوچھے گا اگر انہوں نے اس کے بارے میں عادل ہونے کا کہا کہ تو یہ شخص قاضی کو جو باخاط میں لکھے گا کہ گواہ عادل ہے، اور اگر اس کے دوستوں نے کہا کہ یہ گواہ فاسق ہے تو یہ شخص قاضی کو لکھے گا کہ واللہ اعلم بحالہ، (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے حال پر خوب عالم ہے) یا کچھ نہ لکھے گا تاکہ اس پر پردہ آجائے اور اگر اس کا فسق یا عدالت ان کو معلوم نہ ہو تو وہ شخص قاضی کو لکھ دے گا کہ ہو مستور (یعنی گواہ مستور الحال ہے یعنی اس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہیں ہے) پھر وہ خط قاضی کو خفیہ طریقے سے واپس کرے گا تاکہ کبھی ظاہر ہو کر دھوکہ اس میں نہ کیا جائے۔¹

¹ والتزکیۃ فی السر أن یبعث القاضی أمیناً إلى المعدل العدل ویکتب إلیہ کتاباً فیہ اسم الشاهد ونسبہ ومحلته ومسجدہ فیسأل عن جیرانہ وأصدقائه فإذا عرفهم بالعدالة یکتب ہو عدل فإذا عرفهم بالفسق یکتب اللہ أعلم بحالہ أو لا یکتب شیئاً احترازاً عن کشف السر وإذا لم یعرفهم بالعدالة أو بالفسق یکتب ہو مستور

تزکیہ علانیہ کا طریقہ کار:

اس کا طریقہ کاریہ ہے کہ قاضی گواہ اور مَعْدِل (جس سے قاضی گواہ کے بارے میں پوچھ رہا ہو) دونوں کو مجلس قضاء میں حاضر ہونے کا کہے گا اور جب دونوں حاضر ہو جائے تو قاضی گواہ کے رو برو اس شخص سے گواہ کے بارے میں پوچھے گا اور وہ جواب دے گا کہ گواہ عادل ہے یا فاسق ہے یا مجھے معلوم نہیں۔¹

قارئین کرام!!

آپ نے تزکیہ سر اور علانیہ دونوں کو پہچانا اور دونوں کا طریقہ بھی آپ کو معلوم ہوا، جس سے روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ ووٹ نہ تو تزکیہ سر ہے اور نہ تزکیہ علانیہ، کیوں؟ اس لئے کہ:

- (1): تزکیہ میں قاضی ضروری ہے جبکہ ووٹ میں شرعی قاضی بالکل ہوتا ہی نہیں۔
- (2): گواہ کا جو شخص تعدیل یا تفہیم کرے گا وہ بھی عادل ہو گا، جبکہ ووٹ ہر فاسق و فاجر بلکہ کافر بھی دے سکتا ہے۔

- (3): تزکیہ سے صرف گواہ کی اہلیت ثابت ہوتی ہے کہ گواہ گواہی دینے کا اہل ہے، جبکہ ووٹ سے تو منصب کا حصول ہوتا ہے۔

ویردہ إلى القاضی سرا کی لا یظهر فیخضع (مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر، جلد 3 صفحہ 263، دار الکتب العلمیة سنة النشر: 1419ھ-1998م)

¹ والتزکية فی العلانية أن یجمع القاضی بین المعدل والشاهد فی مجلسه لتنتفی شبهة تعدیل غیره ویکنی للتزکية أن یقال هو عدل فی الأصح..... وقیل لا بد من قوله عدل جائز الشهادة (مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر،

جلد 3 صفحہ 263-264، دار الکتب العلمیة سنة النشر: 1419ھ-1998م)

(4): تزکیہ میں گواہ کے متعلق دوسروں سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ گواہ عادل ہے یا فاسق، گواہ اگر خود اپنے بارے میں کہہ دے کہ میں عادل ہوں تو وہ معتبر نہیں جبکہ ووٹ خود امیدوار بھی کاسٹ کرتا ہے، یعنی اپنے لئے بھی اپنا ووٹ استعمال کرتا ہے آپ نے خود دیکھا ہو گا کہ میڈیا پر آتا ہے کہ فلاں امیدوار نے اپنا ووٹ ڈالا، تو اگر ووٹ شہادت تزکیہ ہے تو کیا گواہ خود اپنا تزکیہ کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو امیدوار تو اپنا ووٹ اپنے لئے استعمال کر سکتا ہے تو ووٹ کیسے شہادت تزکیہ ہوا؟! فی اللعجب!!

(5): جب امیدوار اپنے حق میں اپنا ووٹ خود استعمال کرتا ہے تو اس صورت میں اگر اس کو شہادت تزکیہ تسلیم کیا جائے تو پھر ایک ہی وقت میں یہ شخص شاہد (گواہ) بھی ہو جائے گا اور مشہود لہ (یعنی جس کے لئے گواہی دی جاتی ہے) بھی، حالانکہ یہ اسلام میں کبھی بھی نہیں ہے کہ ایک شخص بیک وقت گواہ بھی ہو اور جس کے لئے گواہی دی جائے وہ بھی۔

(6): ووٹ اگر شہادت تزکیہ ہے تو اگر ایک گواہ کے متعلق مثلاً دس (10) آدمی کہیں کہ عادل ہے اور دوسرے گواہ کے متعلق گیارہ گواہ فاسق ہونے کا کہیں تو کیا شرعاً وہ دس گواہ رد کیے جاسکتے ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ہو گا، حالانکہ ووٹ میں زیادہ تعداد کے مقابلے میں کم تعداد والا رد کیا جاتا ہے اگرچہ کم تعداد والا ہزاروں ووٹ کیوں نہ حاصل کرے۔

(7): تزکیہ میں معذّل محدود افراد سے گواہ کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اس میں اکثریت کی کوئی حیثیت نہیں جبکہ ووٹ میں فیصلہ اکثریت پر ہوتا ہے۔

(8): ایک انتہائی دلچسپ بات یہ ہے کہ تزکیہ تو اس گواہ کا کیا جاتا ہے کہ جو ظاہر اشریعت پر پورا اُترتا ہو، اور ووٹ میں تو اکثر بلکہ تمام الاما شاء اللہ، ظاہر اُبی فاسق و فاجر، چور، کرپٹ اور پرلے

درجے کے غدار ہوتے ہیں اور یہ انسان تو کیا جانوروں کو بھی پتہ ہو گا تو ان کے تزکیہ کی کیا ضرورت ہے؟!۔

تو قارئین کرام!!

اب فیصلہ آپ فرمائیں کہ کیا اب بھی کوئی ذی عقل شخص ووٹ کو شہادتِ تزکیہ قرار دے سکتا ہے؟۔

لہذا ووٹ نہ شہادت فی الحکم ہے اور نہ شہادتِ تزکیہ، اگر ایک منٹ کے لیے حقیقت سے آنکھ بند کی جائے اور کہا جائے کہ چلو ووٹ شرعی شہادت ہے یا شہادتِ تزکیہ ہے تو پھر بھی چونکہ ووٹ کی وجہ سے کفری نظام مضبوط ہو جاتا ہے اور ایک قسم کا کفری نظام عملاً تسلیم کرنا ہے تو اس وجہ سے بھی یہ شہادت ناجائز ہوگی، جیسا کہ مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ (سابق ممبر جمعیت علماء اسلام) نے بھی اسی وجہ سے ووٹ کو ناجائز قرار دیا تھا۔ آپ کا ویڈیو کلپ ابھی بھی موجود ہے، اور فتویٰ درجہ ذیل ہے:

مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ (سابق ممبر جمعیت علماء اسلام) کا فتویٰ ووٹ کے ناجائز:

"کیا جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال جائز ہے؟

ووٹ موجودہ مغربی جمہوری نظام کی بنیاد ہے اور ووٹ چاہے امانت ہو شہادت ہو، یا وکالت ہو ہر صورت میں موجودہ مغربی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال کرنا دراصل مغربی جمہوری نظام کی تائید، تصدیق اور اسے عملاً تسلیم کرنا اور تقویت دینا ہے جو کہ (تعاون علی الاثم) کے زمرے میں آتا ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ موجودہ مغربی جمہوری نظام ہی بے دینی، بے حیائی، اور تمام فسادات کی جڑ ہے اور خصوصاً اس میں اسمبلیوں کو حق تشریح (آئین سازی، قانون سازی) دینا سراسر کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

(اتخذوا اخبارهم ورهبنهم ارباباً من دون الله) بآن اطاعوهم في تحريم ما احل الله تعالى وتحليل ما حرمه سبحانه وهو التفسير البأثور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد روى الثعلبي وغيره عن عدی بن حاتم قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي عنقي صليب من ذهب، فقال يا عدی: "ا طرح عنك هذا الوثن" وسبعته يقرأ في سورة برآة اتخذوا اخبارهم ورهبنهم ارباباً من دون الله فقلت له: يا رسول لم يكونوا يعبدونهم، فقال عليه الصلوة والسلام: "اليس يحرمون ما احل الله تعالى فيحرمونه ويحلون ما حرم الله فيستحلون؟ فقلت بلى، قال ذلك عبادتهم" (روح المعاني ج 2، ص (84) (مظهری ج 4، ص 146) ابن کثیر ج 3 ص 374) اجبعت الأمة على أن الحاكم هو الله تعالى، (نبذة من مسلم الثبوت) و من نقل أن لمعتزلة فيه خلاف والحاكم عند هم العقل فهو غير صحيح بل العقل عندهم معرف لبعض الاحكام والطريق الى العلم به كما صرح به الشيخ محمد عبد الرحمن في تسهيله والشيخ عبد العلي في بحر العلوم شرح المسلم، اور ووٹ کا استعمال مغربی جمہوری نظام کا عملاً تسلیم کرنا اور اس کی تمام خرابیوں میں حصہ دار بننا ہے اس لئے موجودہ مغربی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال شرعاً ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

حمید اللہ جان رئیس دارالافتاء والارشاد لاہور۔¹

ووٹ کی شہادت ہونے پر مفتی منیب الرحمن صاحب کا تبصرہ:

"ہماری رائے میں مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ووٹ کی یہ پیشینگی محل نظر ہیں: جس قضایا عدالت میں گواہی دی جاتی ہے، اُسے اُس کے رد و قبول کا اختیار ہوتا ہے جبکہ جائز ووٹ کو الیکشن کا عملہ یا ریٹرننگ آفیسر رد نہیں کر سکتا، اسی طرح کسی کے حق میں سفارش کی جائے، تو جس کے پاس سفارش کی جا رہی ہے، شریعت کی رو سے اُسے اُس کے رد و قبول کا اختیار ہوتا ہے، جو حدیث پاک

سے ثابت ہے، لیکن پولنگ اسٹیشن کا پریذائڈنگ افسر یا عملہ یا ریٹرننگ افسر از روئے قانون کسی جائز ووٹ کو رد کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، اسی طرح موکل اپنے وکیل کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے، جب کہ ووٹ دیتے ہی موثر ہو جاتا ہے، اس کے بعد ووٹر نہ اپنے امیدوار کو معزول کر سکتا ہے اور نہ اپنے ووٹ کو منسوخ کر سکتا ہے۔ منتخب امیدوار کی نااہلی کو جانچنے اور نااہلی کی بنیاد پر معزول کرنے کا اختیار الیکشن کمیشن یا الیکشن ٹریبونل یا اعلیٰ عدالتوں کے پاس ہوتا ہے، ووٹرز کے پاس نہیں ہوتا۔¹

¹ روزنامہ دنیا: کالم ووٹ کی شرعی حیثیت، تاریخ اشاعت: 2018-07-02

کیا ووٹ سفارش ہے؟

کیا ووٹ شفاعت (یعنی سفارش) ہے؟:

دوسری حیثیت ووٹ کو سفارش کی دی گئی ہے، کہ ووٹ شفاعت ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ووٹر جب ووٹ ڈالتا ہے تو گویا وہ اس امیدوار کی سفارش کرتا ہے کہ ان کو یہ منصب دیا جائے، لہذا اچھے لوگوں کو ووٹ دینا شفاعتِ حسنہ ہے اور بُرے لوگوں کو ووٹ دینا شفاعتِ سیئہ ہے، اور استدلال سورۃ النساء کے اس آیت کریمہ سے کیا ہے:

"مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا"¹

"جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے تو اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے"

یہ علماء کہتے ہیں کہ ووٹ بھی امیدوار کی سفارش ہے لہذا ایک نیک اور اچھے امیدوار کو ووٹ دینا گویا اس کی سفارش کرنا ہے، لہذا ثواب کا کام ہے اور فاسق و فاجر اور خائن کو ووٹ دینا گویا اس کی سفارش کرنا ہے تو گناہ کا کام ہے۔

شفاعتِ حسنہ کیمراد:

لہذا ہم اب اس حیثیت پر بات کریں گے کہ کیا ووٹ کی حیثیت سفارش کی ہے یا نہیں؟ لہذا ہم معلوم کرتے ہیں کہ آیت مبارکہ سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کہ شریعت میں سفارش کسے کہتے ہیں اور ان کی شرائط کیا ہیں؟

سب سے پہلے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس سفارش والی آیت سے پہلے جو آیت ہے یعنی 84 نمبر آیت اس میں ہے:

"فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِكَ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا"¹

"(اے محمد ﷺ) تم خدا کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو قریب ہے کہ خدا کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بھی سخت ہے"

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں کہ میری راہ میں جہاد کرو اور مومنین کو جہاد پر ابھارو۔۔۔ اور اس کے متصل دوسری آیت میں شفاعت کا تذکرہ کیا، تو سوال یہ ہے کہ جہاد اور سفارش کے مابین مناسبت کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس آیت میں شفاعتِ حسنہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی صف میں شامل ہو کر کفار کے خلاف جہاد کرنا ہے اور شفاعتِ سیئہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے صف سے علیحدہ ہو کر کفار کے ساتھ ملکر مسلمانوں کے خلاف لڑنا ہے، اور اسی معنی کو امام ابن جریر نے ترجیح بھی دی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"قال أبو جعفر: يعني بقوله جل ثناؤه: "من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها"، من يصبر، يا محمد، شفعا لوتر أصحابك، فيشفعهم في جهاد عدوهم وقتالهم في سبيل الله، وهو "الشفاعة الحسنة" = "يكن له نصيب منها"، يقول: يكن له من شفاعته تلك نصيب وهو الحظ من ثواب الله وجزيل كرامته = "ومن يشفع شفاعة سيئة، يقول: ومن يشفع وتر أهل الكفر بالله على المؤمنين به، فيقاتلهم معهم، وذلك هو "الشفاعة السيئة" "¹

امام نسفیؒ رقمطراز ہیں:

"هي الشفاعة في دفع شر أو جلب نفع مع جوازها شرعاً {يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا} من ثواب الشفاعة {وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً} هي خلاف الشفاعة الحسنة قال ابن عباس رضي الله عنهما مالها مفسر غیری معناه من أمر بالتوحيد وقاتل أهل الكفر وضده السيئة"²

ترجمہ: اس سے مراد وہ شفاعت ہے جس سے شر دفع ہو یا فائدہ حاصل ہو لیکن جو شرعاً جائز بھی ہو، اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا میرے بغیر کوئی تفسیر کرنے والا نہیں ہے، لہذا جو شخص توحید کا امر کرے اور کفار سے لڑے (یہ شفاعت حسنہ) ہے اور اس کی ضد شفاعتِ سیدہ ہے۔

اس سے اور ان جیسی دیگر تفاسیر کی طرف رجوع کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آیت کا اصلی معنی یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، البتہ آیت کے عموم سے عام سفارش بھی مراد لی جاسکتی ہے، جیسا کہ امام رازیؒ نے اور بھی چار اقوال ذکر کئے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آیت کا اصلی مصداق وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، لہذا آیت سے صرف یہ لوگوں والا سفارش مراد نہیں بلکہ وہ اس کا ایک محتمل معنی ہے عموم کے لحاظ سے۔

شفاعت کا معنی:

اب آتے ہیں شفاعت کے معنی کی طرف، تفسیر منار میں ہے:

¹ محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، أبو جعفر الطبری (المتوفی: 310ھ) جامع البیان فی تائیل القرآن، تفسیر طبری (الناشر: مؤسسة الرسالة) ج: 08، ص: 577

² أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد بن محمود حافظ الدین النسفی (المتوفی: 710ھ) تفسیر نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التأویل (بیروت: دار الکلم الطیب، لبنان: بیروت، بدون تاریخ) ج: 01، ص: 380

"الشَّفَاعَةُ مِنَ الشَّفْعِ وَهُوَ مُقَابِلُ الْوَثْرِ أَيْ الْفَرْدِ، قَالَ الرَّاعِبُ: الشَّفْعُ ضَمُّ الشَّيْءِ إِلَى مِثْلِهِ، وَالشَّفَاعَةُ الْإِنْضَامُ إِلَى آخَرٍ، نَاصِرًا لَهُ وَسَائِلًا عَنْهُ"¹

ترجمہ: شفاعت (یعنی جفت) سے ہے اور یہ طاق کے مقابل ہے، امام راغب فرماتے ہیں: شفع ایک چیز کو اپنے مثل سے ملانے کو کہتے ہیں اور شفاعت دوسرے شخص سے مل جانے کو کہتے ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے اور اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے۔

اسی طرح امام قرطبی رقمطراز ہیں:

"أَصْلُ الشَّفَاعَةِ وَالشَّفْعَةِ وَنَحْوَهَا مِنَ الشَّفْعِ وَهُوَ الزَّوْجُ فِي الْعَدَدِ، وَمِنْهُ الشَّفِيعُ، لِأَنَّهُ يَصِيدُ مَعَ صَاحِبِ الْحَاجَةِ شَفْعًا، وَمِنْهُ نَاقَةُ شَفُوعٍ إِذَا جَبَعَتْ بَيْنَ مُحَلِّكَيْنِ فِي حَلْبَةٍ وَاحِدَةٍ۔۔۔۔۔ وَالشَّفْعُ ضَمُّ وَاحِدٍ إِلَى وَاحِدٍ، وَالشَّفْعَةُ ضَمُّ مَلِكِ الشَّرِيكِ إِلَى مَلِكِهِ، فَالشَّفَاعَةُ إِذَا ضَمُّ غَيْرُكَ إِلَى جَاهِكَ وَوَسِيلَتِكَ، فَهِيَ عَلَى التَّحْقِيقِ إِظْهَارُ لِمَنْزِلَةِ الشَّفِيعِ عِنْدَ الْمُسْتَفْعِ وَإِيصَالِ الْمَنْفَعَةِ إِلَى الْمُسْتَفْعِ لَهُ"²

ترجمہ: شفع اور شفاعت یا اسی طرح اور شفع سے ہے اور شفع عدد میں جفت کو کہتے ہیں اور اسی سے شفع بھی ہے اس لئے کہ وہ حاجت مند شخص کے ساتھ ہو کر جفت ہو جاتا ہے اور اسی سے ناقہ شفوع ہے جب وہ ایک بار دھونے میں دو برتن بھر دے۔۔۔۔۔ اور شفع ایک کا دوسرے کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں اور شفعہ اپنے شریک کے ملکیت کو اپنے ملکیت کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں، پس شفاعت کسی غیر شخص کا تمہارے وجاہت اور ذریعہ کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں، پس تحقیق کے مطابق

1 محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین بن محمد بھاء الدین بن منلا علی خلیفہ القلونی الحسینی (التونسی: 1354ھ)، تفسیر القرآن الحکیم، تفسیر النار (مصر: الهيئة المصرية العامة للكتاب) ج: 05، ص: 249

2 أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبی بکر بن فرح الأنصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی (التونسی: 671ھ) الجامع لأحكام القرآن = تفسیر القرطبی (قاہرہ: دار الکتب المصریہ۔ القاہرہ) ج: 05، ص: 295

شفاعت سفارش کرنے والے کے مقام و مرتبہ کے اظہار کو کہتے ہیں جو کہ مشفع (جس کو سفارش کیا جاتا ہے) کے ہاں ظاہر ہو جاتا ہے، اور مشفوع لہ (یعنی جس کے لئے سفارش کیا جاتا ہے) کو نفع پہنچانے کے لئے۔

اس طرح علامہ طنطاویؒ لکھتے ہیں:

"هي التوسط بالقول في وصول إنسان إلى منفعة دنيوية أو أخروية، أو إلى إنقاذ من مضرة. وهي مأخوذة من الشفع وهو الزوج في العدد ضد الوتر. فكأن المشفوع له كان وترا فجعله الشفيع شفعا"¹

ترجمہ: سفارش قول کے ذریعہ سے واسطہ بن کر کسی انسان کو دنیاوی یا اخروی فائدہ تک پہنچانے یا اس کو ضرر اور نقصان سے بچانے کو کہتے ہیں اور یہ شفع سے ماخوذ ہے جو کہ عدد میں جفت کو کہتے ہیں جو طاق اور فرد کا ضد ہے گویا کہ مشفوع لہ (جس کا سفارش کیا جاتا ہے) طاق تھا اور شفیع نے جفت کر دیا۔

اسی طرح امام آلوسیؒ رقمطراز ہیں:

"والشفاعة هي التوسط بالقول في وصول الشخص ولو كان أعلى قدرا من الشفيع إلى منفعة من المنافع الدنيوية أو الأخروية، أو خلاصه عن مضرة ما كذلك من الشفع ضد الوتر كأن المشفوع له كان وترا فجعله الشفيع شفعا، -- الخ"²

¹ محمد سید طنطاوی، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم (قاہرہ: دار نھضۃ مصر للطباعة والنشر والتوزیع، القیابۃ - القاہرۃ)

ج: 02، ص: 242

² شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الاکوسی (المتوفی: 1270ھ)، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی (دار

الکتب العلمیۃ - بیروت) ج: 03، ص: 94

ترجمہ: سفارش قول کے ذریعہ سے واسطہ بن کر کسی انسان کو - اگرچہ یہ شخص شفع سے مقام و مرتبہ میں بڑا ہو - دنیاوی منافع میں ایک منفعت یا اخروی فائدہ تک پہنچانے یا اس کو ضرر اور نقصان سے بچانے کو کہتے ہیں اور یہ شفع سے ماخوذ ہے جو کہ عدد میں جفت کو کہتے ہیں جو طاق اور فرد کا ضد ہے گویا کہ مشفوع لہ (جس کا سفارش کیا جاتا ہے) طاق تھا اور شفع نے جفت کر دیا۔۔۔ الخ

ان تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ سفارش (شفاعت) اس کو کہتے ہیں ایک شخص ذاتی وجاہت اور مرتبہ کو قول کے ذریعے استعمال کریں اور دوسرے شخص کو دنیاوی یا اخروی فائدہ پہنچائے اور یا اس کو نقصان سے بچائے، اور یہ جو دوسرے شخص کو فائدہ پہنچاتا ہے یا نقصان سے اس کو بچاتا ہے یہ کسی تیسرے شخص سے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت یعنی سفارش میں بنیادی طور پر تین افراد ہوتے ہیں:

(1): شَفِيعٌ یعنی سفارش کرنے والا۔

(2): مَشْفُوعٌ لَهُ یعنی جس کے لئے سفارش کیا جاتا ہے۔

(3): مَشْفُوعٌ اِلَيْهِ یعنی جس کو سفارش کیا جاتا ہے۔

شفاعت (سفارش) کے معنی اور تفسیر کے بعد اب بنیادی بات کی طرف آتے ہیں کہ کیا

ووٹ سفارش ہے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ووٹ بالکل سفارش نہیں، وہ اس لئے کہ:

(1): ووٹ ایک مغربی دین جمہوریت کی پیداوار ہے اور شفاعت اسلام کا اصطلاح ہے۔

(2): سفارش میں مشفوع الیہ (یعنی جس کو سفارش کیا جاتا ہے) کو سفارش رد کرنا اور قبول کرنا دونوں

کی اختیار ہوتا ہے اگرچاہے تو قبول کرے ورنہ رد کرے، اس پر قبول کرنا لازمی نہیں ہوتا، جبکہ ووٹ تو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

(3): سفارش میں اکثر و بیشتر سفارش کرنے والا مقام و مرتبہ میں مشفوع لہ (یعنی جس کا سفارش کیا جاتا ہو) سے اعلیٰ ہوتا ہے، جبکہ ووٹ میں ووٹر امیدوار سے کمتر درجہ و مرتبہ کا ہوتا ہے۔

(4): ووٹ سفارش اس لئے بھی نہیں کہ ووٹ میں فیصلہ کا معیار اکثریت ہوتا ہے جبکہ سفارش میں یہ نہیں ہوتا۔ یعنی جن کا ووٹ زیادہ ہو وہ منصب کا حقدار ہو گا۔

(5): ووٹ میں حکومت کی طرف سے ہر فرد کو ووٹ ڈالنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور یہ اختیار دینا جمہوریت کا اہم حصہ ہوتا ہے، جبکہ اسلام میں تو یہ کہی نہیں ہے کہ ہر فرد کو سفارش کا اختیار دیا جائے اور پھر جس کا سفارش والے زیادہ ہو ان کو منصب سپرد کیا جائے۔

اس کے علاوہ اگر ایک منٹ کے لئے حقیقت سے آنکھ بند کر کے علی سبیل الفرض تسلیم بھی کیا جائے کہ ووٹ سفارش ہے تو بھی تین (3) وجوہ سے ناجائز ہے:

(1): سفارش کے لئے شرط یہ ہے کہ جائز امور میں ہو، جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں:

"وَبَيِّنَ أَنَّ الشَّفَاعَةَ إِنَّمَا تَحْسُنُ إِذَا كَانَتْ وَسِيلَةً إِلَى إِقَامَةِ طَاعَةِ اللَّهِ. فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ وَسِيلَةً إِلَى مَعْصِيَتِهِ كَانَتْ مُحَرَّمَةً مُنْكَرَةً"¹

"اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ سفارش تب اچھا ہو گا جب اللہ تعالیٰ کے طاعت کے قیام کا ذریعہ ہو، اور جب اللہ تعالیٰ کے نافرمانی کے قیام کا ذریعہ ہو تو پھر حرام اور منکر ہو گا"

اور ووٹ ہر حال میں بڑا اور ناجائز کام ہے وہ اس لئے کہ ووٹ اچھے انسان کو دیا جائے یا بُرے کو تو وہ کفری نظام کے قوت اور مضبوطی کا ذریعہ بنتی ہے اس لئے ناجائز ہے تو یہ سفارش بھی

¹ أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن التیمی الرازی الملقب بفخر الدین الرازی خطیب الری (البتونی: 606ھ) مفتاح

الغیب = التفسیر الکبیر، (دار احیاء التراث العربی - بیروت) ج: 10، ص: 159

ناجائز امر میں ہو گا جس کی شریعت میں اجازت نہیں جیسا کہ آیت قرآنی اور امام رازیؒ کے تصریح سے معلوم ہوا۔

(2): دوسرا یہ کہ سفارش تو اس لئے کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو دنیاوی یا اُخروی فائدہ حاصل ہو اور نقصان سے بچ جائے، اور ادھر ووٹ اگر سفارش ہو تو اس کی سفارش کی وجہ سے تو وہ امیدوار شرک فی الحکم میں مبتلا ہوا جو کہ دنیوی اور اُخروی دونوں قسم کا نقصان ہے۔

(3): اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک دوسرے کے ساتھ نیکی میں تعاون کرنے کا حکم دیا ہے اور بُرائی میں تعاون سے منع فرمایا ہے، تو اس ووٹ کے ذریعے سے اس کو کفری نظام کا حصہ بنانا تعاون علی الاثم ہے جو کہ ناجائز ہے، لہذا یہ سفارش بھی ناجائز ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ: ان مذکورہ بالا وضاحت سے روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوا کہ ووٹ کی حیثیت ہر گز سفارش نہیں ہے، اور اگر بالفرض ہو بھی جائے تو پھر بھی ناجائز ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔

کیا ووٹ وکالت ہے؟

کیا ووٹ وکالت ہے؟:

بعض علماء کرام ووٹ کو ایک حیثیت وکالت کی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ووٹر گویا کہ موکل ہے اور امیدوار گویا کہ وکیل ہے، لہذا موکل یعنی ووٹر کو چاہئے کہ اچھے وکیل یعنی امیدوار کا انتخاب کر لے تاکہ اس کی نگاہ اس ووٹر کی سر نہ پڑ جائے اس لئے کہ ووٹر موکل ہے اور وکالت میں ساری ذمہ داری موکل پر ہوتا ہے۔

ہم اس پر تبصرہ کرنے سے پہلے وکالت کی تعریف ذکر کرتے ہیں، پھر اس قول پر تبصرہ کریں گے، ان شاء اللہ۔

وکالت کی تعریف:

علامہ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان شخی زادہ^(المتوفی: 1078ھ) فرماتے ہیں:

"وَهِيَ لُغَةً بِفَتْحِ الْوَاوِ وَكُسْرِهَا اسْمٌ لِلتَّوَكُّلِ مِنْ وَكَلَهُ بِكَذَا إِذَا فَوَّضَ إِلَيْهِ الْأَمْرَ فَيَكُونُ التَّوَكُّلُ بِمَعْنَى التَّفَعُّولِ؛ لِأَنَّهُ مَوْكُولٌ إِلَيْهِ الْأَمْرُ وَقِيلَ هِيَ الْحِفْظُ وَمِنْهُ التَّوَكُّلُ فِي أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى فَيَكُونُ بِمَعْنَى فَاعِلٍ --- (هِيَ) أُمِّي التَّوَكُّلُ (إِقَامَةُ الْغَبْرِ مَقَامُ نَفْسِهِ فِي التَّصَرُّفِ)"¹

"اور وکالت واو کی زیر اور زبر کے ساتھ (یعنی وکالت اور وکالت) وکیل بنانے کا نام ہے، اس سے ہے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل بنایا یعنی اس کو وہ کام سپرد کیا، لہذا وکیل بمعنی مفعول ہے اس لئے کہ وکیل وہ شخص ہوتا ہے کہ اس کو کام حوالہ کیا گیا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وکیل بمعنی حفاظت، اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے وکیل (یعنی حفاظت کرنے والا) پس پھر بمعنی فاعل کے ہوں گے"

¹ مجمع الانهر شرح ملقی البحر، کتاب الوکالۃ

اور شریعت میں وکالت کسی اور کو اپنا قائم مقام بنانا تصرف کرنے میں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وکالت لغوی لحاظ سے دو معنوں میں مستعمل ہے:

(1): وکیل بمعنی حافظ (حفاظت کرنے والا)، اور قرآن مجید میں بھی وکیل بمعنی حافظ استعمال ہوا ہے، جیسے: {وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ} [آل عمران: 173] اُنَّی الْفُظَّاسِی طِرَح دوسری جگہ ہے: {لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا} [المزمل: 9] قَالَ الْفَرَاءُ اُنَّی حَفِیْطًا۔

(2): وکیل بمعنی تفویض (سپرد کرنا) اور بمعنی اعتماد۔ اور اس معنی میں بھی قرآن مجید میں وارد ہوا ہے جیسے: {وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ} [ابراہیم: 12]، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ خَبَرًا عَنْ سَيِّدِنَا هُودٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: {إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ} [ہود: 56] اُنَّی اَعْتَمَدْتُ عَلَى اللَّهِ وَفَوَضْتُ أَمْرِي إِلَيْهِ¹

اور شریعت میں وکالت اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اپنا نائب اور قائم مقام بنائے کسی جائز کام کے کرنے میں۔ اور موکل (یعنی وہ شخص جو دوسرے کو وکیل بنا رہا ہے) خود اس کام کا اختیار رکھتا ہو اور اس کے کرنے پر قادر بھی ہو جیسا کہ شرائط سے معلوم ہو گا۔

اب ہم کہتے ہیں کہ ووٹ وکالت نہیں ہے اس لئے کہ:

(1): وکالت میں ایجاب و قبول ہوتا ہے بلکہ ایجاب و قبول وکالت کارکن ہے، اور ووٹ میں ایجاب و قبول نہیں ہوتا، جیسا کہ امام کا سانی فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا بَيَانُ رُكْنِ التَّوَكُّلِ:

فَهُوَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فَالْإِيجَابُ مِنَ الْمُوَكَّلِ أَنْ يَقُولَ: وَكَلْتُكَ بِكَذَا "أَوْ" أَفْعَلُ كَذَا " أَوْ "أَذِنْتُ لَكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا" وَنَحْوُهُ.

وَالْقَبُولُ مِنَ الْوَكِيلِ أَنْ يَقُولَ: "قَبِلْتُ" وَمَا يَجْزِي مَجْرَاهُ، فَمَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا جَبَابٌ وَالْقَبُولُ لَا يَتِمُّ الْعَقْدُ"۔

"اور ووٹ کا رکن ایجاب و قبول ہیں پس موکل کی طرف سے ایجاب یہ ہے کہ: میں نے تجھ کو فلاں کام کا وکیل بنایا، یا فلاں کام کرو، یا میں نے تجھے فلاں کام کرنے کی اجازت دی۔ وغیرہ۔

اور وکیل کی طرف سے قبول یہ ہے کہ: میں نے قبول کیا، یا اس جیسے دوسرے الفاظ سے، پس جب ایجاب و قبول نہ ہو تو عقد بھی تمام نہ ہو گا"

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر ایجاب و قبول نہ ہو تو وہ وکالت برے سے صحیح ہی نہیں اور نہ یہ عقد منعقد ہوتا ہے۔ اور ووٹ میں ایجاب و قبول نہیں ہوتا لہذا ووٹ وکالت بھی نہیں ہے۔

(2): دوسری وجہ یہ ہے کہ وکالت میں شرط یہ ہے کہ جو کام موکل وکیل کے سپرد کر رہا ہو اس پر خود موکل بھی قادر ہو، اور ووٹ میں ایسا نہیں ہوتا جو شخص ووٹ دیتا ہے وہ شخص ان کے بقول موکل ہے کہ وہ اس منصب کو حاصل کرے، اس لئے کہ اکثر ووٹر ان پڑھ ہوتے ہیں تو وہ کیسے اس منصب کو حاصل کر سکتے ہیں؟ اور ووٹ دے کر وہ دوسرے کو منصب تک پہنچاتا ہے، لیکن خود وہ یعنی ووٹر اس پر قادر نہیں ہے، لہذا ووٹ وکالت بھی نہیں اور ووٹر موکل بھی نہیں۔ اس شرط کا ذکر کرتے ہوئے تعریف میں یہ قید زائد کر کے امام نسفیؒ کنز الدقائق میں فرماتے ہیں:

"وهو إقامة الغير مقام نفسه في التصرف ممن يملكه" (كتاب الوكالة)

"اور وکالت کام کرنے میں کسی کو اپنے قائم مقام بنانے کو کہتے ہیں اس کام میں جس کا وہ خود اختیار اور ملکیت رکھتا ہو"

(3): ووٹ وکالت اس لئے نہیں کہ وکالت میں اصل ثمرہ اور فائدہ موکل کو ملتا ہے (کمانی کتب الفقہ) جب کہ ووٹ میں فائدہ اور ثمرہ امیدوار کو ہوتا ہے جو ان کے بقول وکیل ہے نہ کہ موکل، فانعکس الامر وانقلب۔

(4): وکالت موکل کی موت سے باطل ہو جاتی ہے، بخلاف ووٹ کے، کہ ووٹ جب ایک بار دی جائے تو اس کے بعد اگر ووٹر مر بھی جائے تو اس کے ووٹ سے منتخب شدہ شخص اپنے عہدے سے معزول نہیں کیا جاتا اور نہ یہ معاملہ باطل ہوتا ہے، تو ووٹ کیسے وکالت ہو سکتی ہے؟ عیسا کہ علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی الخنقی (المتوفی: 956ھ) لکھتے ہیں:

"وَتَبْطُلُ الْوَكَالَةُ بِمَوْتِ الْمُوَكَّلِ"¹

(5): ووٹ وکالت اس لئے بھی نہیں کہ وکالت میں موکل وکیل کو معزول کر سکتا ہے، جب کہ ووٹ میں ووٹر امیدوار کو معزول کرنے پر قادر نہیں ہوتا، اس کے بارے میں بھی علامہ صاحب لکھتے ہیں:

"لِلْمُوَكَّلِ عَزْلٌ وَكَيْلُهُ"²

"اور وکالت موکل کے موت سے باطل ہو جاتی ہے"

(6): اسی طرح اگر موکل مجنون ہو جائے جنون مطبق کے ساتھ (یعنی ایک مہینہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور ایک سال امام محمدؒ کے نزدیک مجنون رہے) تو وکالت باطل ہو جاتی ہے، لیکن ووٹ میں ایسا نہیں ہے۔³

(7): اسی طرح امام صاحبؒ کے نزدیک اگر موکل مرتد ہو جائے (والعیاذ باللہ) اور دار الحرب جائے تو وکالت باطل ہو جاتی ہے جبکہ ووٹ میں ایسا نہیں ہے۔¹

¹ ملقی البحر، باب عزل الوکیل

² ایضاً

³ ایضاً

(8): ووٹ ان علماء کے نزدیک شہادت بھی ہے اور وکالت بھی، حالانکہ بیک وقت یہ درست ہی نہیں، اس لئے کہ شہادت اخبار ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر ہوا، اور وکالت انشاء ہے، دوسرا یہ کہ اگر ووٹ شہادت بھی ہے اور وکالت بھی تو کتب فقہ میں ہے کہ وکیل کی گواہی موکل کے لئے درست نہیں جیسا کہ شہادت کی بحث میں گزر گیا، تو اب کیا بنے گا؟۔

(9): وکالت موکل کی ذات تک محدود ہوتی ہے کیونکہ دوسروں پر تصرف بغیر ولایت شرعیہ کے حاصل نہیں ہو سکتا اور یہاں امیدوار دوسروں پر بھی تصرف کرتا ہے، اور اس کے ووٹ بھی دوسروں پر اپنا ووٹ مسلط کرتے ہیں۔²

ان مذکورہ بالا تفصیل سے خوب معلوم ہوا کہ ووٹ کا وکالت سے کوئی لینا دینا نہیں۔ اور دونوں میں بنیادی فروق موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

1 ایضاً

2 ازالة التراب بتصرف

کیا ووٹ مشورہ ہے؟

کیا ووٹ مشورہ ہے؟:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ووٹ مشورہ ہے اور مشورہ ہر کسی سے لیا جاسکتا ہے، مرد ہو یا عورت، لہذا ووٹ بھی ہر ایک دے سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے، ذیل میں ہم بعض اہم فروق ذکر کرتے ہیں جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ ووٹ کا مشورہ سے کوئی لینا دینا نہیں، تفصیل ملاحظہ ہوں۔

ووٹ اور مشورہ کے درمیان فرق:

(1): لفظ شوریٰ ایک عربی اور قرآنی لفظ ہے۔

وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ¹

"ان کے معاملات آپس کے مشورہ سے طے پاتے ہیں"

وَشَاوَرَهُمْ فِي الْأَمْرِ²

"اور ہر کام میں ان لوگوں سے مشورہ لو"

جبکہ جمہوریت ایک غیر عربی اور مغرب کی پیداوار ہے۔ جس کا ادلہ اربعہ (قرآن/سنت/اجماع/قیاس) میں کہیں بھی وجود نہیں۔

(2): مشورہ میں عوام کی اکثریت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد خلیفہ وقت کے تابع ہوتے ہیں:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُطِيعُوا أَمْرًا مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا"¹

¹ الشوری: 38

² آل عمران: 159

"اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں پھر اگر آپس میں کوئی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے" ²

یعنی مطلق العنان نہیں ہوتا۔ (مطلق عنان کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ وقت کسی قانون اور مشورہ کا پابند نہ ہو بلکہ پوچھنے والا کوئی نہ ہو اس کی زبان اس کا قانون ہو جو کہے اسے قانون بنا دے اور ایسی حکومتیں فرعون اور نمرود کی تھیں کہ وہ خدائی دعویٰ تک کے علمبردار ہوتے، یہی طرہ عوام کی اکثریت کا بھی ہے جو دین جمہوریت کے لذیذ کھانوں میں سے ایک ڈش ہے) جبکہ جمہوریت میں عوام کی اکثریت اتنی باختیار ہوتی ہیں گویا ایک مستقل رب اور الہ ہوتی ہے جو تحلیل و تحریم کا اختیار رکھتے ہیں۔

(3): مشورہ جائز اور مباح امور اور فرائض کی تطبیق کے بارے میں کیا جاتا ہے تاہم جن امور میں نصوص وارد ہوں ان میں مشورہ جائز نہیں جیسا کہ علامہ محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں:

"آخرجه الخطيب عن علي كرم الله تعالى وجهه قال: قلت يا رسول الله الأمر ينزل بنا بعدك لم ينزل فيه قرآن ولم يسمع منك فيه شيء قال: اجتمعوا له العابدین من أمتي واجعلوه بينكم شوری ولا تقضوه برأي واحد" ³

"خطیب بغدادیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں ایسا معاملہ پیش آجائے جس میں قرآن یا

¹ سورة النساء: 59

² ترجمہ از احمد علی لاہوریؒ

³ علامہ آلوسیؒ، روح المعانی، سورة الشوری، تحت آیت: ۳۸ (مکتبہ رشیدیہ) ج 25، ص 45

آپ ﷺ سے کوئی حکم ہمیں نہیں ملا تو ہم کیسے عمل کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے میری امت کے عبادت گزاروں کو جمع لرو اور آپس میں مشورہ کر کے طے کر لو کسی کی تنہاء رائے پر فیصلہ نہ کرو"

امام بخاریؒ نے فرماتے ہیں:

"وَكَاثِلَةُ الْأَئِمَّةِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيرُونَ الْأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأُمُورِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوا بِأَسْهَلِهَا فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ أَوْ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلَى غَيْرِهِ. اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"¹

"آنحضور ﷺ کے بعد ائمہ کرام مباح معاملات میں امانت دار علما سے مشورہ کرتے تھے تاکہ ان میں جو عمل آسان ہو اسے اختیار کریں لیکن جب قرآن و سنت میں کوئی حکم واضح ہو تو اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے"

اسی طرح فرماتے ہیں:

"وَكَانَ الْقُرَاءُ أَصْحَابَ مَشُورَةٍ عَمَرُ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا، وَكَانَ وَقَافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ"²

"اور حضرت عمر کے مشورہ کار قرآن مجید کے عالم حضرات ہوتے خواہ بوڑھے ہوں یا جوان اور حضرت عمر کتاب اللہ کے کسی حکم کو سن کر فوراً رک جانے والے تھے (اس کے بعد کسی کا حکم اور مشورہ نہ سنتے تھے)"

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

¹ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب قول اللہ تعالیٰ و امر ہم شورئ بینہم (رحمانیہ) ج: ۲، ص: ۶۳۶

² صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب قول اللہ تعالیٰ و امر ہم شورئ بینہم (رحمانیہ) ج: ۲، ص: ۶۳۶

"إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا نَصٌّ بِحُكْمٍ مُّعَيَّنٍ وَكَانَتْ عَلَى أَصْلِ الْإِبَاحَةِ فَمُرَادُهُ مَا اخْتَمَلَ الْفِعْلُ وَالتَّوَكُّلُ اخْتِمَالًا وَاحِدًا وَأَمَّا مَا عُرِفَ وَجْهُ الْحُكْمِ فِيهِ فَلَا"¹

"جب کسی معاملہ میں قرآن و سنت کا معین حکم نہ ہو اور وہ باعتبار اصل مباح ہو سو وہ چیز کرنے اور نہ کرنے کا ایک جیسا احتمال رکھتا ہو اور اگر وجہ حکم (قرآن و سنت) پہچانی جائے تو اس میں مشورہ نہیں"

جبکہ جمہوریت میں تو کوئی قید نہیں اس میں تو شتر بے مہار کی طرح سود، زنا، شراب، پردہ وغیرہ قطعی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہتے ہیں۔

(4): مشورہ اہل الحل و لعقد اہل علم دانش مند اور با تجربہ لوگوں سے کیا جائے گا ہر کسی سے مشورہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"شَاوِرُ مَنْ جَرَّبَ الْأُمُورَ، فَإِنَّهُ يُعْطِيكَ مِنْ رَأْيِهِ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ غَالِيًا وَأَنْتَ تَأْخُذُهُ مَجَانًّا"²

"معاملات میں تجربہ کار شخص سے مشورہ کیجئے وہ آپ کو اپنی رائے سے وہ چیز دیگا کہ جو اس کو بہت مہینگے اور گراں قدر طریقے سے حاصل ہوئی ہوگی اور آپ اس سے اس کو مفت میں حاصل کر لیں گے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ كَرَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيهِ بَيَانٌ: أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: تُشَاوِرُونَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِينَ، وَلَا تُمْضُوا فِيهِ رَأْيِي خَاصَّةً"³

¹ فتح الباری (دار المعرفہ بیروت) ج: ۱۳، ص: ۳۴۲

² قرطبی، تحت آیت: ۱۵۹ من سورة آل عمران (انوار القرآن محلہ جنگلی پشاور) ج: ۵، ص: ۸۲۱

³ المعجم الأوسط، رقم الحدیث، ۱۶۱۸ (دار الحرمین القاہرہ) ج: ۲، ص: ۱۷۲

"میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے کہ جس کے بارے میں شریعت کا کوئی مثبت اور منفی حکم نہ ہو تو آپ ہمیں ایسے موقع پر کیا حکم فرماتے ہیں (کہ اس اس موقع پر کیا کریں) تو رسول اللہ ﷺ نے (اس کے جواب میں) فرمایا کہ تم فقہاء اور عابدین (عبادت گزاروں) سے اس سلسلے میں مشورہ کرو اور (دوسرے کی رائے لیے بغیر) تنہا اپنی رائے سے اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہ کرو"

حضرت قاضی شریکؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے فرمایا:

"وَأَسْتَشِرُّ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ"

"آپ اہل علم اور نیک لوگوں سے مشورہ کیجئے"

"وینبغي أن يكون المستشار عاقلًا كما ينبغي أن يكون عابدًا"¹

"مناسب یہی ہے کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہو وہ عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ عقل مند بھی ہوں"

جبکہ جمہوریت میں ہر کس و ناکس حتیٰ کہ کافر اور زندیق سے بھی مشورہ (رائے) لیا جاتا ہے۔

(5): مشورہ ایک ایمانی نظام ہے جس کا واضع خود باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ²

"اور ہر کام میں ان لوگوں سے مشورہ لو"

جبکہ جمہوریت ایک خاص طبقہ کا وضع کردہ تجربہ ہے۔

¹ روح المعانی، سورۃ الشوریٰ، تحت آیت: ۳۸، (مکتبہ رشیدیہ) ج: ۲۵/۲۶، ص: ۶۵

² آل عمران: 159

(6): مشورہ میں اہل الحِلِّ والعَقْد کی تعاون امیر اور حاکم کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ جمہوریت میں عوام کی طرف سے حاکم کو منتخب کیا جاتا ہے اور حاکم کوئی بھی کام عوام کی منشاء کے خلاف نہیں کر سکتا خواہ وہ کام قرآن و سنت کے موافق کیوں نہ ہو بلکہ حاکم عوام کے تابع اور محکوم ہوتا ہے۔

(7): مشورہ میں رائے حاصل ہونے کے بعد فیصلہ حق اور اقرب الی الصواب کے کسوٹی پر ہوتا ہے۔ اگرچہ اکثریت اس کے مخالف کیوں نہ ہوں۔ جبکہ جمہوریت میں ہر صورت میں فیصلہ اکثریت پر ہوتا ہے اگرچہ وہ فیصلہ قرآن و سنت کے نصوص کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

(8): مشورہ ایک امانت اور ذمہ داری ہے جب مومن سے مشورہ طلب کیا جائے تو اس میں ایک احساس پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور فکر آخرت کو بیدار کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے "الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ" (ترمذی) جبکہ جمہوریت کی بنیاد انسان کی خواہش پر ہے جس کے نتائج دھوکہ، فراڈ، اور دنیاوی مفاد کا حصول ہو گا۔

(9): اہل ثورٰی کے لیے شریعت میں اپنے اوصاف بیان ہوئے ہیں جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أَهْلُ مَشُورَتِكَ أَهْلُ التَّقْوَى وَالْأَمَانَةِ، وَمَنْ يَخْشَى اللَّهَ تَعَالَى"¹

"مشرورہ دینے والے پرہیزگار، امانت دار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں گے"

جبکہ جمہوریت میں مذکورہ بالا شرائط اور صفات کا کوئی لحاظ نہیں۔ بلکہ کافر اور زندیق بھی رائے (ووٹ) دے سکتے ہیں۔

(10): مشورہ مومنین کی صفات میں سے ہے۔

"وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ"²

¹ تفسیر قرطبی، تحت آیت: ۵۹ من سورة آل عمران (الناشر: انوار القرآن محلہ جنگی پشاور) ج: ۵، ص: ۳۸۳

² سورة ثورٰی: ۳۸

"اور وہ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور ان کا کام باہمی مشورے سے

ہوتا ہے اور ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں"

جبکہ جمہوریت مغربی دین اور کافر و گمراہ لوگوں کا دستور ہے۔

(11): مشورہ میں اہل ثوریٰ امیر کو مشورہ دیتے ہیں اور حاکم کی اطاعت ان پر واجب ہوتی ہے تو اصل

تسلط اور طاقت امیر کا ہوتا ہے جبکہ جمہوریت میں تسلط اور طاقت کا سرچشمہ پارلیمنٹ اور عوام کا ہے۔ حاکم پر عوام کا تسلط ہوتا ہے اور عوام کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ جب عوام چاہے اس کو معزول کر سکتی ہے حالانکہ حاکم اہل ثوریٰ کو معزول کر سکتا ہے۔

(12): مشورہ جمہور سلف اور خلف کے نزدیک منتخب ہے امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس پر اہل

علم کا اجماع نقل کیا ہے۔ جبکہ جمہوریت ہر حال میں لازم ہے اور اس کا تنزل کسی حال میں جائز نہیں۔

(13): جب نص موجود ہو تو اس میں مشورہ نہ ہو گا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

مخالفین زکوٰۃ سے قتال کا ارادہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع کیا لیکن آپ نے ان کے مشورہ کی طرف توجہ نہیں دی اور فرمایا:

"وَاللّٰهُ لَا قَاتِلَکَ مِنْ فَرَقَیْ بَیْنِ الصَّلَاةِ وَالزَّکَاةِ"¹

جبکہ جمہوریت میں نصوص کی موجودگی کے باوجود اس کے خلاف بل پاس ہوتے ہیں۔

جیسے ربا، شراب اور ٹرانس جنڈرو وغیرہ۔

(14): مشورہ شرعی قواعد کی رو سے دیا جاتا ہے جبکہ جمہوریت کے اپنے اصول اور قواعد و ضوابط

ہوتے ہیں۔ جس کی پاسداری لازمی جزء ہے۔

مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد

دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

"اسلامی شرعی شوریٰ اور موجودہ جمہوریت کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین میں، وہ مغربی آزاد قوم کی افرا تفری کا نام ہے۔ جس کا شرعی شوریٰ نظام سے دور کا واسطہ بھی نہیں" ¹

مشورہ اور جمہوریت کے درمیان فرق کے بارے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ

ر قمر از ہیں:

"بعض لوگوں کو یہ حماقت سو جھی کہ وہ جمہوری سلطنت کو اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہی کی تعلیم ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ”و مشاور ہم فی الامر“ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں نے مشورہ کی دفعات ہی کو دفع کر دیا اور اسلام میں مشورہ کا جو درجہ ہے اس کو بالکل نہیں سمجھا۔ اسلام میں مشورہ کا درجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت بریرہ سے فرمایا تھا کہ اے بریرہ! تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت بریرہ پہلے باندی تھیں اور اسی حالت میں ان کا نکاح ایک شخص سے جن کا نام مغیث تھا، ان کے آقا نے کر دیا تھا۔ جب وہ آزاد ہوئی تو قانون اسلام کے مطابق ان کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ جو نکاح حالت غلامی میں ہوا تھا اگر چاہیں تو اسے فسخ کر دیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کو اختیار عتق کہتے ہیں۔ اس اختیار کی بنا پر حضرت بریرہ نے نکاح سابق کو فسخ کر دیا، لیکن ان کے شوہر کو ان سے بہت محبت تھی۔ وہ صدمہ فراق میں مدینہ کے گلی کو چوں میں روتے پھرتے تھے۔ حضور ﷺ کو ان پر رحم آیا اور حضرت بریرہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بریرہ! کیا ہی اچھا ہوا اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔ تو وہ دریافت فرماتی ہیں: یا رسول اللہ! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ کی ایک فرد ہے؟

اگر حکم ہے تو بسر و چشم منظور ہے گو مجھ کو تکلیف ہی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حکم نہیں صرف مشورہ ہے۔ حضرت بریرہ نے صاف عرض کر دیا اگر مشورہ ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتی۔ لیجئے اسلام میں یہ درجہ ہے مشورہ کا کہ اگر نبی اور خلیفہ بدرجہ اولیٰ رعایا کے کسی آدمی کو کوئی مشورہ دیں تو اس کو حق ہے کہ مشورہ پر عمل نہ کرے اور محض ضابطہ کا حق نہیں بلکہ واقعی حق ہے۔ چنانچہ حضرت بریرہ نے جب حضور ﷺ کے مشورہ پر عمل نہ کیا تو حضور ﷺ ان سے ذرا بھی ناراض نہ ہوئے اور نہ حضرت بریرہ کو کچھ گناہ ہوا۔ نہ ان پر کچھ عتاب ہوا۔ سو جب امت اور رعایا اپنے نبی یا بادشاہ کے مشورہ پر عمل کرنے کے لیے اسلام میں مجبور نہیں تو نبی یا خلیفہ رعایا کے مشورہ سے کیونکر مجبور ہو جائے کہ رعایا جو مشورہ دے اسی کے موافق عمل کرے اس کے خلاف کبھی نہ کرے۔ پس "وشاوہم فی الامر" سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حکام رعایا سے مشورہ کر لیا کریں یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کے مشورہ پر عمل بھی ضرور کر لیا کریں، اور اگر کثرت رائے بادشاہ کے خلاف ہو جائے تو کثیرین کے مشورہ پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہے، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک "وشاوہم فی الامر" سے جمہوریت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب اسلام میں ایک معمولی آدمی بھی بادشاہ کے مشورہ پر مجبور نہیں ہوتا تو تم بادشاہ کو رعایا کے مشورہ پر کیونکر مجبور کرتے ہو؟ آخر اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا محض دعویٰ، اور ہمارے پاس حضرت بریرہ سے دلیل موجود ہے کہ کسی مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں خواہ نبی ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر حکام رعایا سے مشورہ لیں تو وہ ان کے مشورہ پر عمل کرنے کے لیے ہرگز مجبور نہیں ہیں بلکہ عمل خود اپنی رائے پر کریں، خواہ وہ دنیا بھر کے مشورہ کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس آیت میں آگے ارشاد ہے: "فاذا عزمتم فتوکل علی اللہ" کہ مشورہ کے بعد جب آپ ارادہ کسی بات کا کریں تو خدا پر بھروسہ کر کے اس پر عمل کریں۔ یہاں "اذا عزمتم" صیغہ واحد ہے۔ معلوم ہوا کہ عزم میں حضور ﷺ مستقل

تھے۔ اگر عزم کا مدار کثرت رائے پر ہوتا تو "اذعزمت" نہ فرماتے بلکہ اس کے بجائے "اذا عزم اکثرکم فتوکل علی اللہ" فرماتے۔ پس جس آیت سے یہ لوگ جمہوریت پر استدلال کرتے ہیں اس کا اخیر جزو خود ان کے دعویٰ کی تردید کر رہا ہے مگر ان کی حالت یہ ہے "حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء" کہ ایک جزو کو دیکھتے ہیں اور دوسرے جزو سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ دوسرے آیت میں صرف حکام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ رعایا سے مشورہ کر لیا کریں، رعایا کو تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ از خود استحقاقاً حکام کو مشورہ دیا کرو چاہے وہ مشورہ لیں یا نہ لیں، اہل مشورہ ان کو مشورہ سننے پر مجبور کر سکیں، چنانچہ شریعت میں "اشیروا الحکام و هو حقکم علیہم" کہیں نہیں کہا گیا۔ جب رعایا کو از خود مشورہ دینے کا کوئی حق بدرجہ لزوم نہیں تو پھر اسلام میں جمہوریت کہاں ہوئی کیونکہ جمہوریت میں تو پارلیمنٹ کو از خود رائے دینے کا حق ہوتا ہے چاہے بادشاہ ان سے رائے لے یا نہ لے" ¹

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے خلیفہ اجل مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ

لکھتے ہیں:

"وامرہم شورى بینہم"

باہمی مشورے کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ شوریٰ کا ذکر نماز و زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ فرمایا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ اجتماعی صورت میں اس حکم کی تعمیل کی صورت یہ ہے کہ حکومت، حکومت شوریٰ ہو، جیسی کہ خلفائے راشدین کی تھی۔۔۔۔۔۔ اور وہ شرعی شورائی حکومت آج کی جمہوری نامزد ہی حکومت کے مرادف نہیں۔

فقہائے مفسرین نے شوریٰ کی حیثیت کو خوب سمجھا ہے۔

"یدل علی جلالة موقع المشورة لذكره لها مع الايمان واقامة الصلوة ویدل علی انامامورون بها"¹

البتہ شوریٰ کے سلسلے میں یہ یاد رہے کہ مشورے صرف انہیں امور میں پسندیدہ ہیں، جو بجائے خود قابل مشورہ ہوں بھی، اور جو چیزیں احکام قطعی میں داخل ہی مثلاً نماز پنجگانہ، رمضان کے روزے وغیرہ، سو ان میں مشورہ نہیں۔

شوریٰ بینہم۔ الفاظ جہاں آمریت (ڈکٹیٹر شپ) و مطلق العنانی کی نفی کامل کرتے ہیں، وہیں جمہوریت اصطلاحی کے لیے بھی ہر گز وجہ جواز نہیں بنتے۔ الفاظ قرآنی کا صحیح مصداق دور خلافت راشدہ تھا۔"²

حضرت مولانا ماشق الہی بلند شہری مہاجر مدنی اسی طرح مفسر قرآن رقمطراز ہیں:

"الیکشن کی قباحت:

--- آیت کریمہ سے الیکشن کی قباحت بھی معلوم ہو گئی چونکہ الیکشن کی بنیاد اکثریت پر رکھی گئی ہے اس لئے الیکشن میں وہ آدمی جیت جاتا ہے جس کو ووٹ زیادہ مل جائیں بلکہ جس کے حق میں ووٹوں کی گنتی زیادہ ہو جائے وہ جیتتا ہے خواہ کسی طرح بھی ہو دھاندلی بھی کی جاتی ہے ووٹ خریدے بھی جاتے ہیں فریلت مخالف کے ووٹوں کے بکس بھی غائب کئے جاتے ہیں۔

قطع نظر ان سب باتوں کے اکثریت پر کامیابی کی بنیاد رکھنا یہ مستقل وبال ہے اور غیر کے دین پر نہ خود چلنا ہے نہ دوسروں کو چلنے دینا ہے ایسے لوگوں کی رائے کا شرعاً کچھ وزن نہیں۔ دنیا میں جب سے جمہوریت کا سلسلہ چلا ہے بہت سے لوگ جنہیں علم کا گمان بھی ہے وہ بھی جمہوریت کے لئے اپنی

1 تفسیر جصاص، ج: 3، ص: 386

2 تفسیر ماجدی، ج: 6، ص: 260-259

کوششیں خرچ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری کوشش سے فلاں ملک میں جمہوریت آگئی ہے گویا انہوں نے دین کا بہت بڑا کام کر دیا۔ یہ لوگ جمہوریت کے دینی نقصانات جانتے ہوئے اس کے لئے اپنی کوششیں صرف کرتے ہیں پھر جمہوریت کے اصول پر جو بھی کوئی بد سے بدتر ملحد زندیق منکر اسلام منتخب ہو جائے اسے مبارکباد دیتے ہیں کسی حلقے میں سو ووٹ ہوں اور اکیاون ووٹ کسی ملحد بے دین کول جائیں (جو اسی جیسے بے دینوں سے ملتے ہیں) تو فاسق فاجر الیکشن جیت لیتا ہے اور کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے کسی ملک کے چھوٹے بڑے عہدہ کے لئے کسی بھی فاسق فاجر کی رائے پر اعتماد کرنا درست نہیں جو لوگ اکثریت کے فیصلہ پر ایمان لاتے ہیں (اور اکثریت کا بے دین فاسق فاجر ہونا معلوم ہے) وہ "وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ" پر بار بار دھیان کریں۔ پھر فرمایا: "فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" کہ "اے عقل والو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

"ان مدار الاعتبار هو الخيرية والرداءة لا الكثرة والقلة"¹

یعنی خبیث کے بچنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگرچہ زیادہ ہو اور طیب کو ترجیح دو اگرچہ کم ہو کیونکہ اچھا یا بُرا ہونے کا مدار اچھائی اور برائی اختیار کرنے پر ہے قلت یا کثرت پر نہیں۔²

میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا از امام اہل السنہ شیخ سرفراز خان صفدر صاحب:

"آج بھی یہی حال ہے کمزور کو دھکے پڑتے ہیں اگر ان وڈیروں کے بلانے پر نہ آئیں تو

بے عزتی کرتے ہیں تنگ کرتے ہیں۔ میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا۔ میری گلی کی نالی

¹ تفسیر روح المعانی، ج: 07، ص: 37

² انوار البیان، ج: 02، ص: 180

دیکھ لو بند پڑی ہے، گندہ پانی کھڑا ہے تین ماہ سے چلا رہا ہوں کوئی شنوائی نہیں ہے۔ ان کی جو آدمی بات نہ مانے اس کا یہ حال کرتے ہیں۔ تو کمزور کہیں گے تمہاری دن رات کی تدبیریں، اجتماع، جلسے، جس وقت تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم کفر کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَنَجْعَلْ لَهُ أَفْدَاڈًا اور بنائیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک¹

نوٹ: اگر ووٹ شہادت، وکالت، امانت وغیرہ ہے اور ووٹ نہ دینا ناجائز اور گناہ کا کام ہے تو آپ کے نزدیک شیخ صفدر صاحب ساری زندگی یہ گناہ کرتے رہے اور آپ کے اس قول کے مطابق وہ فاسق رہا نعوذ باللہ۔ اسی طرح مولانا بجلی گھر صاحب ایک بیان میں کہہ رہے ہیں کہ میں نے پچاس سال میں ووٹ نہیں دیا تو گویا بقول آپ کے وہ یہ گناہ کبیرہ پچاس سال بلکہ مرنے تک کرتے رہے، نعوذ باللہ۔۔۔ اسی طرح حاجی عبدالوہاب صاحب اور دیگر ہزاروں بلکہ لاکھوں تبلیغی بزرگ بھی یہ گناہ کر کر کے دنیا سے فاسق گئے ہیں!؟ نعوذ باللہ۔

کبھی بھی پورے ملک میں الیکشن نہیں ہوا از مفسر قرآن حضرت مولانا عاشق الہی بلند شہری مہاجر مدنی:

"یہ چاروں خلفاء کا انتخاب تھا ان میں کبھی بھی پورے ملک میں الیکشن نہیں ہوا۔ بلکہ پورے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شریک نہیں ہوئے نہ پورا مدینہ شریک ہوا چند افراد نے منتخب کر لیا سب نے مان لیا ممکن ہے یورپ کی جمہوریت جاہلیہ سے مرعوب ہو کر بعض ناواقف یہ کہنے لگیں کہ صحیح طریقہ وہی ہے جو آج کل رواج پائے ہوئے ہے۔ ان حضرات نے انتخاب صحیح نہیں کیا۔ (العیاذ باللہ) اس جاہلانہ اُجھج کا جواب دینے کی ضرورت تو نہیں لیکن پھر بھی ہم عرض کر دیتے ہیں کہ یہ

اعتراف اللہ تعالیٰ کی ذات پر پہنچتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں مہاجرین اور انصار اور جو خوبی کے ساتھ ان کا اتباع کریں ان کی تعریف فرمائی اور ان کے بارے میں رضی اللہ عنہم و رضوانہ فرمایا اگر انہیں حضرات نے اسلام کو نہیں سمجھا اور امیر کا انتخاب جس طرح ہونا چاہیے تھا اس طرح نہیں کیا تو ان کے بعد اسلام کو اور اسلام کے تقاضوں کو جاننے والا کون ہے؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المہدیین (رواہ ابو داؤد و الترمذی) (کہ میرے طریقے کو اور خلفاء راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا) اگر ان حضرات کا اپنا انتخاب صحیح نہیں اور انہوں نے دوسروں کا انتخاب صحیح نہیں کیا تو وہ خلفاء راشدین ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر آج کے جابلوں کی بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضرات صحابہ میں سے کوئی بھی خلیفہ راشد نہیں ہوا (العیاذ باللہ) دشمنوں کے طریقہ کار سے مرعوب ہو کر اسلام کی تحریف اور تبدیل کرنے پر آمادہ ہو جانا ایمانی تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔¹

اسی طرح رقمطراز ہیں:

"موجودہ جمہوریت اور اس کا تعارف:

زمانہ قدیم میں بادشاہتیں جاری تھیں ولی عہدی کے اصول پر بادشاہت ملتی تھی عرب و عجم میں بادشاہ تھے ان میں ظالم بھی تھے، رحم دل بھی تھے اور انصاف پسند بھی۔ لیکن بادشاہت کی تاریخ میں زیادہ تر مظالم ہی ملتے ہیں۔ ان مظالم سے تنگ آکر یورپ والوں نے جمہوریت کا طرز حکومت جاری کیا اور اس کا نام عوامی حکومت رکھا۔ اس کے جو طریق کار ہیں انہیں عام طور سے سمجھی جانتے ہیں۔ اس جمہوریت کا خلاصہ عوام کو دھوکہ دینا اور کسی ایک پارٹی کے چند افراد کے ملک پر مسلط ہونے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ عنوان یہ ہے کہ اکثریت کی رائے انتخاب میں معتبر ہوگی اور

انتخاب بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر ہو گا اس میں امیدوار کے لیے عالم ہونا، دین دار ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں، پڑھے لکھے اور بالکل جاہل، چپٹ مرد عورت امیدوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض پارٹی کے نمائندے ہوتے ہیں اور بعض آزاد ہوتے ہیں ان میں بعض وہ بھی ہوتے ہیں جو اسلام کے خلاف بولتے رہتے ہیں۔ اسلام کے نظام حدود و قصاص کو ظالمانہ کہتے ہیں جس کی وجہ سے حدود کفر میں داخل ہو جاتے ہیں اور انتخاب میں پارٹیوں کے زور پر اور سرداروں کے زور پر اور پیسوں کے زور پر ووٹ دینے والے بھی عموماً وہی لوگ ہوتے ہیں جو دین اسلام کے تقاضوں کو نہیں جانتے بے پردہ ملحد اور زندلیت بھی منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں آ جاتے ہیں۔ جس شخص کو زیادہ ووٹ مل گئے وہ ممبر منتخب ہو جاتا ہے اگر کسی سیٹ پر گیارہ آدمی کھڑے ہوں تو ان میں سے اگر دس آدمیوں کو ۱۵-۱۵ ووٹ ملیں اور ایک شخص کو سولہ ووٹ مل جائیں تو یہ شخص سب کے مقابلہ میں کامیاب مانا جائے گا اور کہا یہ جائے گا کہ اکثریت سے منتخب ہوا حالانکہ اکثریت اس شخص کے مخالف ہے ڈیڑھ سو افراد نے اسے ووٹ نہیں دئے سولہ آدمیوں نے ووٹ دئے ہیں ڈیڑھ سو کی رائے کی حیثیت نہیں یہ جمہوریت ہے جس میں ۱۵۰ آدمیوں کی رائے کا خون کیا گیا اور سولہ افراد کی رائے کو مانا گیا۔ پھر پارلیمنٹ میں جس کسی پارٹی کے افراد زیادہ ہو جائیں اس کی حکومت بن جاتی ہے اور وہ افراد اسی طریقہ پر پارلیمنٹ میں آتے ہیں جو ابھی ذکر ہوا اس طرح سے تھوڑے سے افراد کی پورے ملک پر حکومت ہو جاتی ہے اور پارٹی کے چند افراد اختیار سنبھال لیتے ہیں اور سیاہ و سفید کے مالک ہو جاتے ہیں خود پارٹی کے جو افراد کسی بات سے متفق نہ ہوں انہیں پارلیمنٹ میں پارٹی ہی کے موافق بولنا پڑتا ہے اپنی ذاتی رائے کا خون کر دیتے ہیں۔ یہ جمہوریت اور اکثریت کی حقیقت ہے۔ پھر خدا کی پناہ مرکزی حکومت کے صدر اور وزیر اعظم اور دوسرے وزراء کے بے تکیہ اغراجات، بنگلے اور ان کی سجاوٹیں، گاڑیاں، درائیور، پٹرول کا خرچ، باورچی، مالی اور دوسرے خادموں

کی تخوا میں اور وزیروں کی بے جا کھپت پارٹی کے آدمی ہونے کی بنیاد پر خواہ مخواہ عہدے نکالنا اور حد یہ ہے کہ وزیر بے قلمدان بنانا اور کثیر تعداد میں مشیروں کو کھپانا ان سب کا بوجھ قوم کی گردن پر ہوتا ہے۔ پھر ہر صوبہ کا گورنر، وزیر اعلیٰ، دوسرے وزراء اور نائب وزراء ان سب اخراجات سے ملک کا خزانہ خالی ہو جاتا ہے اور ملک چلانے کے لیے سودی قرضے لیتے ہیں اور قوم پر ٹیکس لگاتے ہیں۔ انکم ٹیکس، برآمد ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی۔ یہ سب مصیبت قوم پر سوار ہوتی ہے اور عوام کو دھوکہ دے رکھا ہے کہ تمہاری حکومت ہے عوام ان پارٹی بازوں اور سیاسی بازی گروں کی باتوں میں آجاتے ہیں اور سیدھا سادھا اسلامی نظام جس میں ایک امیر مرکزی حکومت میں ہو جس کا معمولی سا وظیفہ ہو۔ اور علاقوں میں چند امیر ہوں اور یہ سب لوگ سادگی کے ساتھ رہیں بقدر ضرورت واجبہ ان کو وظیفہ مل جائے معمولی سے گھر میں رہیں۔ اگر کسی کا اپنا گھر ہے تو اس میں قیام پذیر ہو۔ اس نظام کو ماننے کے لیے لوگ تیار نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جاتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت ہے اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ اسلام میں شوری کی بھی کوئی حیثیت ہے تو یہ بات ٹھیک ہے۔ مگر اس کی حیثیت وہی ہے جو اوپر ذکر کر دی گئی ایسی حیثیت جس میں پورے ملک میں انتخاب ہو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہر کس وناکس ووٹر ہو اور کثرت رائے پر فیصلہ رکھا جائے اسلام میں ایسی جمہوریت نہیں ہے۔ بعض اہل علم بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ اسلام کی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بڑی محنتوں سے جمہوریت کو لائے ہیں اب اس کے خلاف کیسے بولیں۔ اور ان کی لائی ہوئی جمہوریت بالکل جاہلانہ جمہوریت ہوتی ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انتخاب میں کوئی بھی کیسا ہی بے دین منتخب ہو جائے جمہوریت جاہلیہ کی وجہ سے اس کے عہدہ کو ماننے پر مجبور ہوتے ہیں

کہ اب کیا کریں اب تو منتخب ہو ہی گیا عوام کی رائے کو کیسے ٹھکرائیں، قانون کے تابع ہیں اس کے خلاف چلنے بولنے کی کوشش کرنے کی کوئی اجازت نہیں"¹

اسی طرح فرماتے ہیں:

"زبانوں کے اختلاف کو اور اختلاف رائے اور فروغی مسائل کو جنگ و جدال اور اختلاف کا ذریعہ نہ بنائیں اور پہلے سے دیکھ کر متقی آدمی کو امارت اور خلافت سونپیں، یورپ سے آئی ہوئی جمہوریت جاہلیہ کو ذریعہ انتخاب نہ بنائیں جو فاسقوں بلکہ کفریہ عقائد رکھنے والوں کو بھی اقتدار اعلیٰ اور اقتدار ادنیٰ دلوادیتی ہے"²

ووٹ پر رد از شیخ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب حفظہ اللہ (شیخ الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی)

:

"ان طریقوں کے علاوہ جمہوریت بھی تشکیل حکومت کا ایک طریقہ ہے جس میں ووٹنگ کے ذریعہ سے ایک شخص منتخب ہو جاتا ہے۔ یہ یہودیت اور نصرانیت کا طریقہ ہے جو باعث لعنت ہے، اقبال مرحوم نے کہا ہے:

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں

بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

پھر فرمایا:

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو

جد اہودین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

¹ انوار البیان (برکی اسلامی کتب خانہ، پریس مارکیٹ ڈیرہ اسماعیل خان) ج: 01، ص: 537-536

² انوار البیان ج: 1، ص: 493

پھر فرمایا:

گریز از طرز جمہوری غلام بختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خرفکر انسانی نمی آید

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ نے "فاذا عزمتم فتوکل علی اللہ" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس آیت سے جمہوریت کی جڑ کٹ گئی پھر فرمایا کہ جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہوتی ہے؟ یہ محض بچوں کا کھیل اور انگریزوں کی بدعت ہے حضرت مفتی اعظم مفتی محمود علیہ نے اس کو لعنت قرار دیا تھا۔

حضرت یوسف لدھیانویؒ نے جمہوریت کو صنم اکبر سے یاد کیا، جب اسلام کے پاس تشکیل خلافت کے مستند طریقے موجود ہیں تو پھر بڑی ہی شرم کی بات ہے کہ ہم تشکیل حکومت میں یہود و نصاریٰ کے دست بگر بن چکے ہیں" ¹

اسی طرح ووٹ کے ناجائز ہونے کے بارے میں شیخ الحدیث فاضل محقق نوجوان حضرت

مولانا ڈاکٹر شمس الہدیٰ صاحب رقمطراز ہیں:

"ووٹ جمہوری نظام کا اساسی جز اور بنیادی رکن ہے، ووٹ جمہوریت کی تشکیل میں کلیدی عنصر ہے، جمہوری نظام اپنے تمام تر پرزوں کے ساتھ انسانوں کا بنایا ہوا خود ساختہ نظام ہے، نہ کہ اللہ کا نازل کردہ نظام، اس نظام کے کسی جزء کو اپنے دوسرے اجزاء سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا، اگر کسی عالم سے لغزش ہوئی ہو تو یقیناً وہ اجتہادی خطائی وجہ سے عند اللہ ماجور ہیں، مگر حق واضح ہونے کے بعد اس غلطی پر اصرار انتہائی خطرناک اور موجب غضب الہی ہے، (زلۃ العالم زلۃ العالم)۔"

¹ مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، توضیحات شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، ج: 05، ص: 574

آئیے! اب جائزہ لیتے ہیں کہ ووٹ کیا ہے؟

نمبر 1:- کہا جاتا ہے کہ ووٹ شہادت ہے۔ شہادت کی شرعی تعریف فقہاء نے لکھی ہے: "الشهادة اخبار صادق في مجلس الحكم بلفظ الشهادة" (حاشیہ ہدایہ: جلد ۳ للعلامة للکھنوی)

شہادت کے لئے درج ذیل چیزیں ضروری ہیں:

(1) خبر دینا (۲) مجلس حکم کا ہونا (۳) مشہود پہ کا مشاہد ہونا اور معین ہونا (۴) لفظ شہادت کا ہونا۔ جب کہ ووٹ میں ان میں سے کوئی نہیں پائی جاتی، ووٹ کسی شخص کے لکھے ہوئے نام کے سامنے بنے ہوئے کسی نشان پر تنہائی میں ٹھپہ لگانے کو کہتے ہیں، تاکہ وہ شخص کسی فورم یا ادارے کا رکن یا سربراہ بن جائے، اور اس کے اندر حکمران بنے یا بنانے کی اہلیت و ولایت پیدا ہو جائے، تو یہ انشاء ہوا نہ کہ اخبار، لہذا اس میں نہ تو اخبار ہے نہ مجلس حکم، نہ مشاہدہ و معائنہ، نہ لفظ شہادت، نہ اس شہادت پر مترتب ہونے والی قضائے قاضی۔ یہ تو بات ہوئی ارکان شہادت کی اور رکن کے انتفاء سے اصل تھی کا منتفی ہونا اہل علم کے ہاں مسلم ہے۔ رہیں شہادت کی شروط، تو وہ بھی یہاں نہیں پائی جاتیں، نہ عدد کی حد ہے نہ عدالت کی، مرد و عورت، آزاد، غلام، فاسق و فاجر، چور بد عنوان، زانی ڈاکو، قاتل و صالح بلکہ مسلم و کافر حتیٰ کہ عقلمند و پاگل و بے وقوف سب برابر ہیں۔ خاص طور پر علماء کی توجہ کے لئے عرض کرونگا کہ ووٹ کو شہادت قرار دینا بدابہ غلط ہے اس لئے کہ شہادت دلالت لفظیہ کے قبیلے سے ہے اور ووٹ دلالت غیر لفظیہ ہے "والشئ لا یحتمل ضده" کا قانون مسلم بین العقلاء ہے۔

(۲) اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ سفارش ہے، حالانکہ یہ سفارش بھی نہیں کیونکہ (۱)

سفارش کا مطلب تو یہ ہے کہ ووٹر اپنے پسندیدہ امیدوار کو رکن بنانے کی کسی اتھارٹی کو سفارش کرے اور یہاں تو وہ کسی کو سفارش نہیں کر رہا بلکہ اپنا حکم اور فیصلہ صادر کر رہا ہے کہ میں نے اس شخص کو اپنا نمائندہ اور رکن اسمبلی بنادیا ہے۔

(2) اگر کسی اتھارٹی کو سفارش ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ اتھارٹی اور حکومت تو ابھی وجود میں ہی نہیں آئی، بلکہ خود اس کا وجود اس رکن کے ووٹ پر موقوف ہے، یہ بھی عقلاً باطل ہے، کیونکہ یہ دور اور توقف الشئ علی نفسه کو متکلم ہے۔

(3) اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ مشورہ ہے، درحقیقت یہ مشورہ بھی نہیں، جس کو دیا جا رہا ہے وہ خود ابھی وجود میں نہیں آیا علاوہ ازیں مشورہ کا ماننا لازم نہیں ہوتا لیکن ایسا نہیں، نیز یہاں مشورہ نہیں بلکہ تعین اور تقرر ہے۔

(4) اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ امانتِ شرعیہ ہے، مگر یہ بھی ڈھکوسلہ ہے اور حقیقت میں ووٹ امانت بھی نہیں، کہ جب جمہوری نظام خود ساختہ اور غیر شرعی ہے کیونکہ ووٹ کے ذریعہ جمہور یعنی عوام کی حاکمیت قائم ہوتی ہے جو کہ جمہوریت مقصدِ اصلی اور بنیادی منشاء ہے جیسا کہ جمہوریت کی تعریف سے واضح ہے جبکہ اسلام غیر اللہ کی حاکمیت کو شرک قرار دیتا ہے۔ تو ووٹ امانت شرعیہ کیسے ہوئی؟ عوام کا حکمرانوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر ان کی اطاعت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بت پرستوں کا اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر ان کی عبادت اور اطاعت کرنا۔ اسی لئے تو جمہوری نظام میں حکمران کی کوئی وقعت اور وقار نہیں ہوتا۔ ہر طرف سے دباؤ اور بلیک میلنگ کا شکار ہوتا رہتا ہے۔

(5) کہا جاتا ہے کہ ووٹ وکالت ہے یہ بھی غلط ہے (1) عقود خلوت میں یکطرفہ طور پر اکیلے میں منعقد نہیں ہوتے شریعت میں ان کی کوئی نظیر نہیں (2) جب ووٹ گنے جاتے ہیں تو پتہ نہیں چلتا کہ کون سا ووٹ کس کا ہے لہذا جب وکیل صاحب کو مؤکل کا علم ہی نہیں تو انعقاد وکالت کیسے؟ شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں (3) اگر وکالت ہے تو ہارنے والا بھی وکیل بننا چاہیے۔ شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں کہ مؤکل وکیل کا تقرر کرے اور وہ وکالت کی تمام شرعی شرائط

پر پورا اترے پھر بھی وکیل نہ بن سکے (4) اگر وکالت ہے تو شریعت میں موکل جب چاہے وکیل کو معزول کر سکتا ہے یہاں کیوں نہیں؟ (5) جب نمائندہ اپنے فورم سے استعفیٰ دے کر پھر واپس لے لیتا ہے تو وہ اپنی سیٹ پر برقرار رہتا ہے حالانکہ شریعت میں جب وکیل وکالت سے دستبردار ہو جاتا ہے تو پھر خود سے وہ دوبارہ وکیل نہیں بن سکتا جب تک موکل نہ بنائے۔ (6) شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں کہ کچھ افراد ایک شخص کو وکیل بنائیں اور دوسرے کسی اور کو اور پھر کچھ افراد کا منتخب کردہ ان کا بھی وکیل بن جائے جنہوں نے اس کو نہیں بنایا۔ (7) بلا مقابلہ انتخاب کی صورت میں تو کسی نے کسی کو نہ وکیل بنایا نہ مشورہ دیا نہ شہادت، نہ امانت کی صورت بنی، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

منحوس جمہوری نظام حکومت گناہوں کا مجموعہ:

اب آئیے اس گناہوں کی مختصر فہرست کی طرف جن کا یہ نظام (جمہوریت) مجموعہ ہے، بلکہ ان میں تو کئی گناہ باعث کفر ہیں۔

- 1۔ حکومت الہیہ اور نظام خلافت کے مقابلہ میں جمہور کی حکومت قائم کرنا۔ 2۔ قانون سازی کا اور ترمیم کا اختیار حکومت و پارلیمان کو دینا۔ 3۔ غیر مسلم کفار کو ارکانِ اسمبلی و حکومت بنانا۔ 4۔ عورتوں کو ارکانِ اسمبلی و سربراہ حکومت بنانا۔ 5۔ فیصلے اکثریت کی بنیاد پر کرنا۔ 6۔ حکمرانوں کا خدا کی جگہ عوام کے سامنے جوابدہ ہونے کا انعقاد۔ 7۔ اظہارِ رائے کے نام سے بے لگام آزادی، جو کہ مضیٰ الی الار تداد ہے۔ 8۔ پارلیمنٹ کو سپریم سمجھنا۔ 9۔ عوام کو قوت کا سرچشمہ سمجھنا۔ 10۔ عوام کو تنظیم سازی اور پارٹیاں بنانے کا حق دینا۔ 11۔ شریعت اور قرآن و سنت پر آئین کی بالادستی اور آئین کو قرآن و سنت سے زیادہ اہمیت دینا۔ (اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں)۔

انتخابات اور ووٹوں کے موقع پر ہونے والے گناہ:

- 1۔ مسلمان کا مسلمان کے مقابلے میں حریف بن جانا حتیٰ کہ علماء بھی، حالانکہ مسلمان کا حریف اللہ تعالیٰ نے کافر و منافق کو بنایا ہے نہ کہ مسلمان کو، بلکہ مسلمان تو مسلمان کا حلیف ہوتا ہے۔ 2۔ مسلمانوں کا مختلف تنظیموں اور پارٹیوں میں بٹنا اور امت واحدہ کے تصور کی بیخ کنی ہونا۔ 3۔ برادریوں، پارٹیوں اور قومیتوں کے تعصب میں مبتلا ہونا۔ 4۔ بلند و بانگ دعوے اور جھوٹے وعدے کرنا۔ 5۔ وعدہ خلافی کرنا۔ 6۔ مسلمانوں کو منافق اور ذوالو جہین بنانا۔ 7۔ بے تحاشا جھوٹ بولنا۔ 8۔ ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔ 9۔ سب و شتم اور گالم گلوچ کرنا۔ 10۔ بہتان تراشی و الزامات کی بوچھاڑ۔ 11۔ رشوت دے کر ووٹ خریدنا۔ 12۔ ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ دری کرنا۔ 13۔ اسراف و تبذیر اور مسلمانوں کے قیمتی مال کا ضیاع۔ 14۔ حب جاہ کا پیدا ہونا۔ 15۔ مختلف طریقوں سے ایک دوسرے کی تذلیل کرنا استہزاء سخریہ اور ہنسی مذاق اڑانا یعنی اکرام مسلم کے تصور کی نفی۔ 16۔ مسلمانوں کو ڈرانا دھمکانا۔ 17۔ امت مسلمہ کے معاملات و مصائب سے لاتعلقی اختیار کرنا۔ 18۔ معاہدہ توڑنا۔ 19۔ حب دنیا کا پیدا ہونا۔ 20۔ دشمنی و قتل اور خونریزی تک کا ارتکاب۔ 21۔ قیمتی وقت ان جمہوری تماشوں میں ضائع کرنا۔ 22۔ تصویر اور فوٹو کھینچنا۔ 23۔ تکبر خصوصاً جو جیت جائے اس کا تکبر قابل دید ہوتا ہے۔ 24۔ مسلمانوں کے املاک کو نقصان پہنچانا۔ 25۔ گانا بجانا اور میوزک کا استعمال۔ 26۔ عورتوں کی بے پردگی اور بلا ضرورت (الیکشن مہم اور ووٹ کی خاطر) گھروں سے نکلنا۔ 27۔ قومی وسائل کا بے دریغ استعمال۔ 28۔ اپنے اپنے امیدوار کی اس کے منہ پر تعریف کرنا۔ 29۔ خوشامد اور چاپلوسی کرنا۔ 30۔ نااہلوں کو نمائندگی اور حکمرانی دینا۔ 31۔ ووٹ کی خاطر حق بات کہنے سے گریز کرنا یا ہاں میں ہاں ملانا۔ 32۔ کفر، ظلم اور گناہ پر معاونت اور مدد کرنا۔ 33۔ مسلمانوں کو ایذا دینا مثلاً راستے بند کرنا، تیز آواز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال

کرنا۔ 34۔ اپنے مسلمان بھائی کی رسوائی، شکست اور تکلیف پر اظہار شماتت اور خوشی۔ نظام جمہوریت اور جمہوری انتخابات کی وجہ سے مسلمان ان عظیم گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں ان میں سے ایک گناہ ہی اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کو دعوت دینے کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ان تمام نا فرمانیوں کا کھلم کھلا ارتکاب۔ کیوں نہ اس نظام جمہوریت سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینے والے ان خطرناک گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔¹

¹ جمہوریت اکابر علماء دیوبند کی نظر میں، صفحہ 157-163

کیا ووٹ امانت ہے؟

کیا ووٹ امانت ہے؟:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ووٹ امانت ہے لہذا اس کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اور اپنے حقدار کو دینا چاہئے، اور استدلال میں اس آیت کریمہ کو پیش کرتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَبِيحًا بَصِيرًا"¹

اس پر ہم مختصر تجزیہ کرتے ہیں:

اس سے قطع نظر کے آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اور اس امانت کے بارے میں کون سے اقوال ہیں؟ یہ بات ذکر کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں امانت سے ہر وہ حق مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر اداء کرنا واجب اور ضروری ہو یا ایک بندہ کا دوسرے بندہ پر کوئی واجب حق ہو، اللہ تعالیٰ کے حقوق مثلاً، نماز، روزہ، حج، نذر، وغیرہ لازمی اور ضروری فرائض و واجبات، اور ایک بندہ کا دوسرے بندے پر مثلاً جو ایک دوسرے کے ساتھ امانتیں رکھتا ہوں یا قرض وغیرہ جیسے کہ اسی آیت کے تحت امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"وَهَذَا يَعْمُرُ جَمِيعَ الْأَمَانَاتِ الْوَاجِبَةِ عَلَى الْإِنْسَانِ، مِنْ حُقُوقِ اللَّهِ، عَزَّ وَجَلَّ، عَلَى عِبَادِهِ، مِنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، وَالْكَفَّارَاتِ وَالنُّذُورِ وَالصِّيَامِ، وَغَيْرِ ذَلِكَ، مِمَّا هُوَ مُؤْتَمِّنٌ عَلَيْهِ لَا يَطْلُعُ عَلَيْهِ الْعِبَادُ، وَمِنْ حُقُوقِ الْعِبَادِ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ كَالْوَدَائِعِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا يَأْتُمُونُ بِهِ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْ غَيْرِ إِطْلَاعٍ بَيِّنَةٍ عَلَى ذَلِكَ"²

1 سورة النساء: 58

2 ابو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی (المتوفی: 774ھ) تفسیر القرآن العظیم (دار طیبہ للنشر

اب یہ بات انتہائی آسان ہو گئی کہ ووٹ امانت ہے یا نہیں ہے؟ اس لئے کہ امام ابن کثیرؒ اور ان جیسے دیگر مفسرینؒ کی تصریحات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امانت وہ چیز ہے جو بندہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کی گئی ہو یا کسی دوسرے بندے کا حق ہو، اور ووٹ دینا تو نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر بندے پر لازم قرار دیا گیا ہے اور نہ کسی دوسرے بندے کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لئے لازمی نہیں کہ اسلام میں امیر کا انتخاب ہر کسی کا کام نہیں اور نہ یہ ذمہ داری ہر کسی پر عائد کی گئی ہے بلکہ جن لوگوں پر امیر اور حکمران کے انتخاب کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے ان کے لئے شرائط مقرر کی گئی ہیں، جس کو بعض علماء "شروط اہل الاختیار" سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ امام ماوردیؒ متوفی (450ھ) اور قاضی امام ابو یعلیٰ متوفی (458ھ) ہر دو حضرات اپنی اپنی تصانیف "الاحکام السلطانیہ" میں رقمطراز ہیں۔ امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

"فَأَمَّا أَهْلُ الْإِخْتِيَارِ فَالشُّرُوطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِيهِمْ ثَلَاثَةٌ:
أَحَدُهَا: الْعَدَالَةُ الْجَامِعَةُ لِشُرُوطِهَا۔

وَالثَّانِي: الْعِلْمُ الَّذِي يُتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى مَعْرِفَةِ مَنْ يَسْتَحِقُّ الْإِمَامَةَ عَلَى الشُّرُوطِ الْمُعْتَبَرَةِ فِيهَا۔

وَالثَّلَاثُ: الرَّأْيُ وَالْحُكْمَةُ الْمُؤَدِّيَانِ إِلَى اخْتِيَارِ مَنْ هُوَ لِلْإِمَامَةِ أَصْلَحُ، وَبِتَنْدَبِيرِ الْمَصَالِحِ أَقْوَمُ وَأَعْرَفُ۔۔۔ الخ"¹

ترجمہ: کہ اہل الاختیار یعنی جو شخص امیر کا انتخاب کرے گا اس میں تین شرائط ہیں: (1) کامل عدالت (2) وہ علم جس کے ذریعے سے یہ پہچان سکے کہ کون اہل ہے۔ (3) رائے اور حکمت جس کے ذریعے سے اس شخص کا انتخاب کرے جو امت کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو اور مصالح کو جاننے والا ہو۔

¹ الاحکام السلطانیہ (طبع: مکتبہ عمریہ) ج: 01، ص: 17

اسی طرح قاضی ابوالعلیٰ نے بھی یہی تین شرائط ذکر کئے ہیں:

"أَمَّا أَهْلُ الْاِخْتِيَارِ فَيُعْتَبَرُ فِيهِمْ ثَلَاثُ شُرُوطٍ. أَحَدُهَا: الْعَدَالَةُ. وَالثَّانِي: الْعِلْمُ الَّذِي يُتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى مَعْرِفَةِ مَنْ يَسْتَحِقُّ الْإِمَامَةَ"

والثالث: أَنْ يَكُونَ مِنْ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالتَّدْبِيرِ الْمُؤَدِّيِينَ إِلَى اخْتِيَارِ مَنْ هُوَ لِلْإِمَامَةِ أَصْلَحُ"¹

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ہر کوئی امیر کے انتخاب میں دخل اندازی نہیں کر سکتا، بلکہ ان مذکورہ بالا شرائط کا حامل شخص ہی امیر کے انتخاب میں رائے دے سکتا ہے، ہر کس و ناکس رائے نہیں دے سکتا، بلکہ امام الحرمینؒ متوفی (478ھ) نے اجماع نقل کیا ہے کہ امیر کے انتخاب میں عوام، عورت، غلام اور اہل ذمہ رائے نہیں دے سکتے۔

امام الحرمینؒ کا اجماع کہ عورت، عوام، غلام اور ذمی کو حق انتخاب حاصل نہیں:

"فَلْيَقَعْ الْبِدَايَةُ بِمَحَلِّ الْاِجْمَاعِ فِي صِفَةِ أَهْلِ الْاِخْتِيَارِ ثُمَّ يُنْعَظُ عَلَى مَوَاقِعِ الْاِجْتِهَادِ وَالظُّنُونِ فَمَا نَعْلَمُهُ قَطْعًا أَنَّ النِّسْوَةَ لَا مَدْخَلَ لَهَا فِي تَخْيِيرِ الْإِمَامِ وَعَقْدِ الْإِمَامَةِ، فَإِنَّهُنَّ مَا رُوِجِعْنَ قَطُّ، وَلَوْ اسْتُشِيرَ فِي هَذَا الْأَمْرِ امْرَأَةٌ؛ لَكَانَ أُخْرَى النِّسَاءِ وَأَجْدَرُهُنَّ بِهَذَا الْأَمْرِ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ ثُمَّ نِسْوَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَنَحْنُ بِأَبْتِدَاءِ الْأَذْهَانِ نَعْلَمُ أَنَّهُ مَا كَانَ لَهُنَّ فِي هَذَا الْمَجَالِ مَخَاصٍ فِي مُنْقَرَضِ الْعُصُورِ وَمَكْرٍ الدُّهُورِ.

وَكَذَلِكَ لَا يَنَاطُ هَذَا الْأَمْرُ بِالْعَبِيدِ، وَإِنْ حَوَّاهُ قَصَبُ السَّبْقِ فِي الْعُلُومِ.

وَلَا تَعْلُقُ لَهُ بِالْعَوَامِرِ الَّذِينَ لَا يَعُدُّونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَذَوِي الْأَحْلَامِ.

وَلَا مَدْخَلَ لِأَهْلِ الدِّمَةِ فِي نَصْبِ الْأَئِمَّةِ.

فَخَرُجْ هَؤُلَاءِ عَنْ مَنْصِبِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ لَيْسَ بِهِ خَفَاءُ"¹

اس مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عوام، عورتوں اور اہل ذمہ پر یہ ذمہ داری سرے سے عائد ہی نہیں کی ہے کہ رائے دیں، بلکہ نہ صرف یہ کہ ذمہ داری عائد نہیں کی بلکہ ان کو یہ حق ہی نہیں دیا ہے کہ رائے دیں، اور یہ کوئی اختلافی مسئلہ بھی نہیں بلکہ اس پر اجماع امت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حق ہی نہیں دیا ہے تو پھر امانت کیسے ہوا؟ امانت تب ہوتی جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر فرض اور لازم قرار دیا ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر لازم اور ضروری ہی نہیں قرار دیا ہے بلکہ ان کو یہ حق ہی نہیں دیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا، تو پھر ووٹ کے امانت ہونے کا مطلب کیا؟!

اور بندوں کی طرف سے بھی امانت اس لئے نہیں کہ عام طور پر جو لوگ امیدوار ہوتے ہیں وہ فاسق و فاجر ہوتے ہیں اور فاسق و فاجر کو تو منصب دینا شریعت میں منع ہے، منصب والوں کی شرائط علماء نے ذکر کی ہیں۔

حاکم کے شرائط از امام ماوردی:

"وَأَمَّا أَهْلُ الْإِمَامَةِ فَالشُّرُوطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِيهِمْ سَبْعَةٌ:

أَحَدُهَا: الْعَدَالَةُ عَلَى شُرُوطِهَا الْجَامِعَةِ.

وَالثَّانِي: الْعِلْمُ الْمُؤَدِّي إِلَى الْاجْتِهَادِ فِي التَّوَازُلِ وَالْأَحْكَامِ.

وَالثَّلَاثُ: سَلَامَةُ الْحَوَاسِّ مِنَ السَّنَعِ وَالْبَصَرِ وَاللِّسَانِ؛ لِيَصِحَّ مَعَهَا مُبَاشَرَةُ مَا يُدْرِكُ بِهَا.

وَالرَّابِعُ: سَلَامَةُ الْأَعْضَاءِ مِنْ نَقْصٍ يَمْنَعُ عَنِ اسْتِيفَاءِ الْحَرَكَةِ وَسُرْعَةِ النَّهْضِ.

وَالْخَامِسُ: الرَّأْيُ الْمُفْضِي إِلَى سِيَاسَةِ الرَّعِيَّةِ وَتَذْيِيرِ الْمَصَالِحِ.

وَالسَّادِسُ: الشَّجَاعَةُ وَالتَّجَدُّدُ الْمُؤَدِّيُّ إِلَى حِمَايَةِ الْبَيْضَةِ وَجِهَادِ الْعَدُوِّ.

وَالسَّابِغُ: النَّسَبُ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنْ قُرَيْشٍ؛ لِرُزُودِ النَّصِّ فِيهِ وَانْعِقَادِ الْإِجْمَاعِ عَلَيْهِ" ¹

ترجمہ: اہل الامامتہ (جو شخص حاکم اور امیر بن رہا ہو) میں سات شرائط ہیں:

- (1): عدالت اپنے تمام شرائط کے ساتھ۔
 - (2): ایسا عالم جو پیش آمدہ اور نوازل میں اجتہاد تک رسائی کرے۔
 - (3): حواس (کان، آنکھ، زبان وغیرہ) کا صحیح و سالم ہونا۔
 - (4): تمام اعضاء درست ہوں تاکہ کامل حرکت کر سکتا ہو اور جلدی اٹھنا بیٹھنا کر سکتا ہو۔
 - (5): ذی رائے ہو تاکہ قوم و رعیت اور مصالح کے انتظام کر سکے۔
 - (6): امیر بہادری اور شجاع ہو تا کی دشمن سے جہاد کر سکے اور اسلام کا حمایت کرے۔
 - (7): قریشی ہونا۔ (اگر ان میں ایسا شخص موجود ہو ورنہ غیر قریشی بھی پھر بن سکتا ہے۔)
- اسی طرح آگے وزارتہ التفویض کے بارے میں لکھتے ہیں:
- "وَيُعْتَبَرُ فِي تَقْلِيدِ هَذِهِ الْوَزَارَةِ شُرُوطُ الْإِمَامَةِ إِلَّا النَّسَبَ وَحَدَهُ"۔ الخ" ²
- ترجمہ: اور وزارتہ التفویض میں بھی نسب کے علاوہ امامت کی تمام شرائط معتبر ہوں گی۔

لہذا جب شریعت نے ایک امیدوار کو منصب دینے سے روکا ہے تو اس کو ووٹ دینا امانت نہیں بلکہ خیانت ہو گا۔

لہذا ان تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ ووٹ کی حیثیت امانت کی بھی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔

¹ الاحکام السلطانیہ (طبع: مکتبہ عمریہ) ج: 01، ص: 18، 17

² نفس مصدر: ص: 55

ووٹ کے لئے آئین پاکستان کی رو سے شرائط:

- (1): پاکستان کا شہری ہو،
 - (2): عمر اٹھارہ سال سے کم نہ ہو۔
 - (3): اس کا نام صوبہ کے علاقے کی انتخابی فہرست میں شامل ہو۔
 - (4): کسی با اختیار عدالت نے اسے خرابی دماغ کا مریض قرار نہ دیا ہو۔¹
- اب آپ اندازہ لگائیں کہ آئین پاکستان، ووٹ اور شریعت میں کتنا فرق ہے؟؟

خلاصہ کلام:

ان تمام تر باحوالہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ووٹ مغربی نظام کا ایک اہم رکن ہے اور ووٹ کا شریعت اور اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں، لہذا ووٹ کو ان تصریحات کے بعد بھی یہ حیثیتیں دینا تحریف فی الدین اور علمی خیانت ہوگی۔

¹ ڈاکٹر صفدر محمود، آئین پاکستان (کراچی: جہانگیر بکس کراچی پاکستان، بدون تاریخ) ج: 01، ص: 114

إِزَالَةُ شَبَهَاتٍ

ازالہ شبہات

شبہ اول:

اگر ووٹ شہادت، شفاعت، وکالت، امانت اور مشورہ نہیں ہے تو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کیوں ووٹ کو یہ مذکورہ حیثیتیں دی؟ کیا آپ مفتی صاحب سے بڑے عالم ہیں؟۔

اس شبہ اور سوال کے جواب سے پہلے بطور تمہید اور بطور مقدمہ چند باتوں کو سمجھنا انتہائی ضروری ہیں:

(1): مخلوق میں تمام انبیاء کرام، اور رسل علیہم السلام معصوم ہیں، یعنی ان حضرات سے گناہ کے درجہ کی خطا نہیں ہوتی، گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ، ہاں خلاف اولیٰ و افضل کام اور اجتہادی خطا سرزد ہوتا ہے لیکن من جانب اللہ اس پر فوراً تنبیہ ہو جاتی ہے اور اس کی اصلاح ہو جاتا ہے ان پاک ہستیوں کے علاوہ باقی تمام تر انسانیت غیر معصوم ہیں۔ اگر کوئی شخص بایں معنی کسی بھی بشر کے لئے عصمت ثابت کریں تو وہ کافر ہو گا۔ جیسے روافض۔

(2) انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے علاوہ صحابہ کرام معصوم تو نہیں لیکن محفوظ ہیں، یعنی بعض سے گناہ کا صدور ہوا ہے۔ لیکن دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے پہلے انہوں نے توبہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمایا ہے لہذا صحابہ کرام تمام تر جلتی ہیں۔

(3) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ ہمارے زمانے تک اور قرب قیامت تک باقی عام انسان نہ معصوم ہیں اور نہ محفوظ، ان سے خطا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ائمہ مجتہدین حضرات کے بارے میں ہم نے اصول میں پڑھا ہے کہ "الْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ" کہ مجتہد اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتا ہے اور حق تک رسائی بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے 161 کٹھ مسائل سے رجوع فرمایا ہیں، امام

ابویوسفؒ نے ستانوی (97) مسائل سے رجوع فرمایا ہے۔ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے 26 مسائل سے رجوع فرمایا ہے۔¹

اسی طرح ائمہ مجتہدین سے لیکر آج تک مسلسل ہر عالم سے خطا کا صدور ممکن ہے بلکہ واقع بھی ہے۔ اس تمہید کے بعد اب ہم اس سوال اور شبہ کا جواب دیتے ہیں:

اصولی طور پر یہ سوال اور شبہ اس بنیاد پر ہے کہ ہم اس غلط اور خطرناک عقیدہ یا عقیدت میں مبتلا ہیں کہ جب کوئی اکابر بن جائے تو پھر ان کا ہر قول اور فعل درست ہو گا اور ان سے کسی قسم کی خطا صادر نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ انتہائی خطرناک عقیدہ ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"مَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُدْعَى غَيِّدُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ"²
ترجمہ: کہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ (ان کا ہر قول قبول ہو) بلکہ اس کا بعض اقوال قبول ہوں گے اور بعض رد۔ نبی کریم ﷺ کے بغیر۔

اور اسی طرح قول امام مالکؒ سے بھی منقول ہے:

عن الإمام مالك بن أنسٍ رحمه الله تعالى: "كُلُّ أَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُؤْذَى عَلَيْهِ إِلَّا صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ" يعني النبي صلى الله عليه وسلم"³
"کہ ہر کسی (کے اقوال) سے لیا بھی جائے گا اور رد بھی کیا جائے گا مگر ماسویٰ اس قبر والے کے مراد نبی کریم ﷺ تھے"

¹ الآسی المصنوع فی الروایات المرجوع، للعلا مہد الفقی مہدی حسن الشاہ جہانفوری، المفتی الاعظم مدار العلوم دیوبند، الہند (التونی

1396ھ۔

² المعجم الکبیر (دار احیاء التراث العربی) ج: 11، ص: 339

³ مؤطا امام مالک (مؤسسۃ زاہد بن سلطان آل نھیان للأعمال الخیریۃ والانسانیۃ۔ أبو ظبی۔ الامارات) ج: 01 ص: 251

لہذا اس سوال کی بنیاد اس غلط عقیدہ پر ہے کہ بڑوں کی ہر بات درست اور چھوٹوں کی ہر بات غلط حالانکہ خود یہ عقیدہ ہی غلط ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جن علماء نے ووٹ کو شہادت، وکالت، مشورہ اور امانت قرار دیا ہے۔ تو یہ ان حضرات کی اجتہادی خطاء ہے جس پر وہ لوگ معذور بھی ہیں اور مآجور بھی۔ لیکن اب چونکہ فقہاء کرام کی تصریحات سے ان حضرات کا خطاء پر ہونا معلوم ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کے بعد بھی ووٹ کو وہی حیثیتیں دینا ناجائز اور گمراہی اور تحریف فی الدین کے مترادف ہو گا۔

دوسرا شبہ:

اس پر بعض نادان یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اب تو مجتہدین نہیں ہیں۔ تو مفتی شفیع صاحبؒ کیا مجتہد تھے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے۔ ہماری مراد اصطلاحی مجتہد نہیں ہے۔ اگر کسی نے اصول افتاء پڑھا ہو تو یہ اعتراض نہیں کرے گا۔ کیونکہ اصول الافتاء میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مفتی پیش آمدہ کسی مسئلہ پر جزیہ فٹ اور چپاں کرے گا۔ تو اس کے لیے بھی سوچ اور فکر کی ضرورت ہے۔ کہ آیا یہ فلاں جزیہ اس حادثہ پر فٹ آتا ہے یا نہیں۔ تو اس سوچ و فکر اور غور کو علماء نے اجتہاد سے تعبیر کیا ہے۔ تو مراد یہی اجتہاد ہے چونکہ ووٹ خیر القرون میں نہیں تھا۔ اس لئے ووٹ پر کونسا شرعی حکم آئے گا۔ تو اس پر مفتی صاحب اور ان جیسے علماء نے غور و فکر کیا اور اس پر شہادت، وکالت اور شفاعت وغیرہ کے احکام جاری کئے جو کہ ایک قسم کا اجتہاد تھا۔ لہذا ہم ان علماء کرام کو اجتہادی خطاء پر سمجھتے ہیں۔ اس لیے اگر علماء کرام کو اجتہادی خطاء پر تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن و سنت اور فقہ کے مسلمات بے کار ہو جائیں گے۔ جیسا کہ رسالہ میں باحوالہ ذکر ہوا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اس بات سے ان علماء کرام کی شان میں کوئی گستاخی یا بے ادبی لازم نہیں آتی۔

لطیفہ:

جب ہم نے ووٹ کے معاملہ میں مفتی صاحبؒ کو اجتہادی خطاء پر قرار دیا۔ اس وقت بعض نادانوں نے ہمیں گستاخ اکابر اور غیروں کے ایجنٹ وغیرہ مختلف القابات دیئے۔ لیکن جب ہم نے جواہر الفقہ کے حوالہ سے مفتی صاحبؒ کا رد پرچم نبویؐ پر پیش کیا۔ تو بعض مناظرین حضرات کہنے لگے کہ یہ مفتی صاحبؒ کی اجتہادی خطاء تھی لیکن یہ حضرات پھر بھی اکابرین کے متبع ہیں۔ جس عمل پر ہم گستاخ ٹھہریں انہیں عمل سے وہ گستاخ نہیں بلکہ مدافعیین اکابرین ٹھہریں، تو بہ۔۔۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کر دے تو چرچا نہیں ہوتا

تیسرا شبہ:

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ووٹ دینا جائز نہیں۔ تو اگر ہم ووٹ علماء کو نہ دیں تو پھر فساد و فجار پارلیمنٹ جائیں گے تو کام اور بھی خراب ہو جائے گا۔ لہذا علماء کو ووٹ دینا چاہیئے۔ اگر اسلام نہ آئے تو کم از کم خلاف شریعت بلوں کا رد اور اسلام کا دفاع تو ہو جائے گا۔

جواب:

ووٹ علماء کو دینے سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ایک طرف نہ ہونے کے برابر دین کا دفاع ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف شرکی اور کفری نظام میں شرکت کر رہے ہیں۔ اور انہی علماء کرام کی شرکت کی وجہ سے آج لوگ اُس کفری نظام کو اسلامی کہہ رہے ہیں جس کو کل تک کفری کہہ رہے تھے۔ اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ نظام کفری ہوتا تو علماء کرام کیوں اس میں شریک ہوئے۔ دوسری یہ کہ پچھتر (75) سالہ تجربہ نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اس

گندے اور کفری نظام میں علماء کی شرکت کسی بھی دینی فائدہ کے حصول کرنے کا ذریعہ نہیں بنی، نہ تو ایک سینما بند ہوئی اور نہ ایک اسلامی سزاء نافذ ہوئی۔۔۔۔۔

اور اس کے علاوہ یہ بات اصولی طور پر بھی غلط ہے۔ اس لیے کہ جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر علماء پارلیمنٹ میں نہ ہوتے تو پھر تو سارا پارلیمنٹ فساد و فجار سے بھرا ہوتا۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ بات انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کیوں نہ سوچی؟ جن جن انبیاء کرام نے ہجرت کی تو سب نے کفار کا کفری نظام چھوڑا تھا۔ ہمارے پیغمبر خاتم النبیین ﷺ نے کیوں یہ نہ سوچا کہ اگر ہم ہجرت کریں گے تو مکہ میں سارے مشرکین رہ جائیں گے اور کوئی توحید کا نعر بلند کرنے والا نہ رہے گا۔ لہذا ہمیں کفار کے ساتھ رہنا چاہیے تاکہ کچھ نا کچھ توحید اور عبادت تو رہے، نہیں بلکہ آپ ﷺ نے بھی ہجرت فرمائی اور میدان کو مشرکین کے لئے عارضی طور پر چھوڑا۔ اگر اس نظریہ پر عمل کیا جائے تو ہجرت کا عظیم عمل باطل ہو جائے گا۔ لہذا یہ نظریہ بھی غلط ہے۔ بلکہ انبیاء کا طریقہ کار دعوت اور جہاد ہے۔ جب زمین تنگ ہو جائے تو ہجرت کی جائے گی۔ اور پھر آپ ﷺ کی طرح فاتحانہ طور پر واپسی ہوگی۔

ووٹ یا مغربی جمہوریت سے کبھی بھی اللہ کا دین دنیا میں غالب نہیں ہو سکتا، مفتی شامزئی شہید صاحب:

جیسا کہ مفتی شامزئی شہید صاحب فرماتے ہیں:

"اسلام اگر آئے گا تو جہاد کے ذریعے سے آئے گا۔۔۔ اور اس دنیا میں جہاں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین غالب ہو گا تو وہ جہاد کے ذریعے سے ہو گا ووٹ کے ذریعے یا مغربی جمہوریت کے ذریعے سے کبھی

بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین دنیا میں غالب نہیں ہو سکتا نہ ہی اس کے ذریعے سے کبھی اسلام آسکتا ہے" ¹

چوتھا شبہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ووٹ کی پرچی جہاد کے قائم مقام ہے اس لیے کہ جہاد حسن لغیرہ ہے اور حسن لغیرہ میں آلہ بدلتا رہتا ہے۔ جس طرح پہلے زمانے میں جہاد تلوار سے، پھر بندوق سے اور اب ووٹ کی پرچی بندوق کے قائم مقام ہے لہذا ووٹ دینا جہاد ہے۔

اس شبہ کے جواب اور ازالہ سے پہلے بھی ایک مقدمہ ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے فرائض بندوں پر عائد کر دیئے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، جہاد، زکوٰۃ وغیرہ تو ان سب کو ادا کرنے کا طریقہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ذریعے امت کو بتا دیا ہے۔ ان فرائض کو بندہ اس طریقہ پر اداء کرنے کا پابند ہے۔ جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے۔ ہم نماز اور اس جیسے دیگر فرائض کے طریقہ کار کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ امام عبد العزیز بن احمد بن محمد بن علاء الدین البخاری الحنفی (متوفی 730ھ) فرماتے ہیں:

"وَالْفَرَائِضُ فِي الشَّعْرِ مُقَدَّرَةٌ لَا تَحْتَبِلُ زِيَادَةً وَلَا نُقْصَانًا أَيْ مَقْطُوعَةً ثَبَتَتْ بِدَلِيلٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ مِثْلُ الْإِيمَانِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالْحَجِّ" ²

ترجمہ: اور فرائض شریعت مقرر کئے گئے ہیں لہذا زیادت اور نقصان کا احتمال نہیں رکھتے یعنی یقینی ہیں اور قطعی دلائل سے ثابت ہیں جس میں شک و شبہ نہیں، جیسے ایمان، نماز، زکات اور حج۔

¹ ماہنامہ مسائل کراچی، مئی 2013ء صفحہ 33-34

² الأسرار شرح أصول البزدو، عبد العزیز بن احمد بن محمد، علاء الدین البخاری الحنفی (المتوفی: 730ھ) (دار الکتب

لہذا اب آتے ہیں اصل جواب کی طرف، جہاد بھی ایک محکم فریضہ ہے۔ جس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے امت کو بتایا ہے۔ اور شریعت میں شرعی جہاد وہ ہے جس میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کفار سے لڑے، مسلمان مجاہد بھی زخمی اور شہید ہوں اور کفار بھی زخمی اور جہنم واصل ہوں۔ اور اسی طریقے سے جہاد تا قرب قیامت جاری رہے گا۔ ہاں زخمی اور قتل کرنے کے آلات زمانے کے بدلنے سے بدلتے رہیں گے۔ پہلے زمانے میں تلوار، خنجر، تیر وغیرہ تھے۔ اب بندوق اور جدید قسم کے اسلحے ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کیا ووٹ کی پرچی سے کافر زخمی اور قتل ہو سکتا ہے؟ جواب نفی میں ہو گا۔ لہذا ہر وہ آلہ جہاد کا آلہ تصور ہو گا جس سے کفار زخمی اور قتل ہوں۔ اور ووٹ کی پرچی سے نہ کوئی زخمی ہوتا ہے اور نہ قتل۔ لہذا ووٹ کی پرچی کو تلوار اور بندوق کے قائم مقام قرار دینا کھلی گمراہی اور تحریف فی الدین ہے۔ بلکہ جہاد کو ختم کرنا اور اس کی اصلی شکل کو مسخ کرنا ہے۔ جو حضرات یہ بات کرتے ہیں ان پر کفر کا خطرہ ہے۔ ایک چھوٹے عمر کے مفتی کا کلپ سنا وہ کہہ رہے تھے کہ جہاد حسن لغیرہ ہے اور حسن لغیرہ میں تبدل آسکتا ہے اور پھر یہ ووٹ کی پرچی والی بات کہی۔

ہم کہتے ہیں کہ وضوء بھی حسن لغیرہ ہے اسی طرح حج اور روزہ بھی حسن لغیرہ ہے۔ تو کیا زمانہ کے تبدل سے وضوء کا طریقہ بدل سکتا ہے؟ کہ ایک آدمی کہہ دے کہ بس اب زمانہ بدل گیا ہے لہذا پانی کے بجائے کسی دوسری چیز پر وضوء کرنا چاہیے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وضوء پانی ہی سے ہو گا۔ ہاں پانی کو زے کے بجائے اب ٹکوں میں ہے تو کوئی بات نہیں۔ تو اسی طرح جہاد بھی آلہ قتل ہی ہو گا نہ کہ ووٹ کی پرچی سے۔

پانچواں شبہ:

مذکورہ بالا حوالہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ووٹ کی شرعی کوئی حیثیت نہیں لیکن یہ جو اتنے بڑے بڑے علماء کہتے ہیں۔

جواب:

حق دلیل سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اشخاص سے۔ آپ نے حق مسئلہ کو پہچانا لہذا اس مسئلہ میں آپ کو اہل حق بھی معلوم ہونے چاہئے۔

امام عبد الرحمن ابن الجوزی (المتوفی 597ھ) نے اپنی کتاب "تبلیس ابلیس" میں امت محمدیہ کے عقائد و افکار میں شیطان کی تبلیس (دھوکہ دہی) کے باب میں بیان فرمایا ہے:

"واعلم أن عموم أصحاب المذاهب يعظم في قلوبهم الشخص فيتبعون قوله من غير تدبر بما قال وهذا عين الضلال لأن النظر ينبغي أن يكون إلى القول لا إلى القائل"¹

مذہب کے پیروکار جس شخص کی عظمت دل میں بٹھا لیتے ہیں تو اسکی ہر بات سوچے سمجھے بغیر مانتے چلے جاتے ہیں، اور یہ صورت عین گمراہی ہے، کیونکہ کسی قول کے قائل کی طرف دیکھے بغیر قول میں فکر و نظر کرنی چاہیے (کہ صحیح ہے یا غلط)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"كما قال علي رضي الله عنه للحارث بن حوط وقد قال له أظن أنا نظن أن طلحة والزبير كانا على باطل فقال له يا حارث إنَّه ملبوس عليك إن الحق لا يعرف بالرجال أعراف الحق تعرف أهله"²

¹ امام ابن قیم الجوزی، تبلیس ابلیس (بیروت: دار الفکر للطباعة والنشر، لبنان) ج: 01 ص: 74

² تبلیس ابلیس (دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت، لبنان) ج: 01 ص: 74

جیسا منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حارث بن حوط نے کہا کہ: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کو ہم باطل پر سمجھتے ہیں؟

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حارث یہ معاملہ تم پر مشتبہ ہے یعنی تمہارے لئے واضح نہیں، اے حارث! تم حق کے بارے میں تردد کا شکار ہو،

یاد رکھو، لوگوں کو دیکھ کر حق نہیں پہچانا جاتا، حق کو پہچاننا، اہل حق کو خود ہی پہچان جاؤ گے۔ "(کہ کون صحیح ہے اور کون غلط)۔

مطلب یہ کہ:

لوگوں کو حق سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ حق کو لوگوں سے۔

اور اندلس کے محقق اور مشہور عالم امام (ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الغرناطی الشہیر بالشاطبی

المتوفی 790ھ) رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب "الاعتصام" میں فرماتے ہیں:

"ولقد زل أقوامٌ بسبب الإعراض عن الدليل والاعتماد على الرجال، فخرجوا بسبب ذلك على جادة الصحابة والتابعين واتبعوا أهواءهم بغير علم فضلوا عن سواء السبيل"¹

کتنے ہی لوگ دلیل سے اعراض کر کے اور کچھ شخصیات (کے اقوال و افعال) پر اندھا دھند اعتماد کر کے جادہ حق اور صحابہ و تابعین کے رستے سے پھسل گئے، دراصل یہ لوگ اپنی خواہشات کے پیروکار بنے، اور گمراہ ہو گئے۔

اسی طرح امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی ابن

ابی حاتم (متوفی 327ھ) امام ابن شہاب زہریؒ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

¹ الاعتصام (کتب خانہ رشیدیہ صدف پلازہ محلہ جنگلی پشاور) ج: 01 ص: 537

"فَالْغَلَطُ لَا يَسْكُمُ مِنْهُ أَحَدٌ، وَالْكَمَالُ لَيْسَ لِمَخْلُوقٍ، وَكُلُّ أَحَدٍ يُوْخِذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُنْتَرِكُ، إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ"¹

ترجمہ: پس غلطی سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا اور مخلوق کے لئے کمال نہیں، اور ہر انسان کے اقوال سے لئے بھی جائیں گے اور رد بھی کئے جائیں گے، مگر نبی ﷺ کے بغیر۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"مَنْ عَرَفَ الْحَقَّ بِالرِّجَالِ حَارَفٍ فِي مَقَامَاتِ الضَّلَالِ"²

ترجمہ: یعنی جو شخص حق کو رجال اور لوگوں کے ذریعے سے معلوم کرے گا تو وہ گمراہیوں کی گھاٹیوں میں گر پڑے گا۔

لہذا حق کو معلوم کر کے اس پر عمل کرنا چاہئے اشخاص کو دیکھنا نہیں چاہئے، حق جس کے پاس بھی ہو۔

ہاں جن بڑوں سے یہ خطا سے ہوئی ہے ان کے بارے میں ہمارا بھی وہ نظریہ ہے جو ہمیں امام ذہبیؒ نے دیا ہے، وہ امام قتادہ بن دعامہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ثُمَّ إِنَّ الْكَبِيرَ مِنْ أُمَّةِ الْعِلْمِ إِذَا كَثُرَ صَوَابُهُ، وَعِلْمُ تَحْرِيبِهِ لِلْحَقِّ، وَاتَّسَعَ عَلَيْهِ، وَظَهَرَ ذِكَاؤُهُ، وَعُرِفَ صَلَاحُهُ وَوَرَعُهُ وَاتِّبَاعُهُ، يَغْفِرُ لَهُ زَلَاتُهُ، وَلَا نُضْلُهُ وَنَطْرَحُهُ وَنَنْسِي مَحَاسَنَهُ. نَعَمْ، وَلَا نَقْتَدِي بِهِ فِي بَدْعَتِهِ وَخَطِئِهِ، وَنَرْجُو لَهُ التَّوْبَةَ مِنْ ذَلِكَ"³

¹ أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى: 327) كتاب العلل لابن أبي حاتم (الناشر: مطابع الحميني) ج: 01، ص: 66

² علامہ ملا علی القاری، مجموع رسائل، رسالہ: تبجید العلماء عن تقریب الامراء (المکتبہ المعرفیہ کوئٹہ لاہور پاکستان) ج: 06، ص: 471

³ سیر أعلام النبلاء، لشمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (المتوفى: 748ھ) (ناشر: مؤسسة الرسالة

ترجمہ: اکابر علماء اور ائمہ علم میں سے جس کی بیشتر آراء کی درستی، اس کی حق تک پہنچنے کی تڑپ، علم کی وسعت، ذہانت و فہم کی گہرائی، دین داری و تقویٰ اور اتباع حق کا جذبہ معلوم ہو، اس کی غلطیوں سے درگزر کیا جائے گا، اور نہ تو اسے گمراہ کہا جائے گا نہ ہی اٹھا کر پھینک دیا جائے گا اور نہ ہی اس (کی غلطیوں کی سبب اس) کے محاسن بھلائے جائیں گے۔ ہاں! مگر ہم اس کی بدعت یا اس کی خطا میں اس کی اتباع نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھیں گے کہ وہ اس کی غلطیوں کو معاف فرمائیں گے۔

لہذا ہم بھی ان اکابرین کے ساتھ یہی معاملہ کریں گے اور یہی ہمارا ان کے بارے میں نظریہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق سمجھنے اور اس پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

کتبہ: ندیم خان درویش

یوم الاحد، 16 ربیع الاول 1445ھ

موافق: یکم اکتوبر 2023ء۔

